ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲ ذی قعد ۱۳۸۷ھ
۲ فروری ۱۹۶۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

درسِ حدیث شریف

آقائے نامدار ﷺ کی دنیا سے بے رغبتی

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور —— مرتبہ: محمود احمد عارف

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِہٖ فَقَالَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ رض لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَبْسُطَ لَکَ وَ نَعْمَلَ فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا وَ مَا اَنَا وَالدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سے بہت قدیم صحابی ہیں۔ نہایت ذہین تھے۔ علمی اعتبار سے اتنے بلند کہ خلفاءِ اربعہ کے بعد انہی کا مقام ہے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ و حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ و حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعد علمی اعتبار سے ابنِ مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مقام ہے۔ آپ ہی کی ذاتِ گرامی پر فقہ حنفی کا دار و مدار ہے۔ یا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ و حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فتاوے اور قضایا ہیں۔ یہ تینوں ذاتیں ایسی ہیں جن پر مذہب حنفی کا انحصار ہے۔ آپ (یعنی حضرت ابن مسعود رض) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت بڑے فداکار اور جان نثار تھے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی آپ سے بہت محبت تھی۔ آپ قرآن پاک پڑھنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک پڑھنے کا حکم دیا تو عرض کیا کہ آپؐ پر ہی تو قرآن نازل ہوا ہے، آپؐ ہی کو میں پڑھ کر سناؤں؟ گویا سنانے کی ہمت نہ ہوئی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ پڑھو۔ میرا جی چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں (پڑھنے میں الگ لطف ہوتا ہے سننے میں الگ) آپ نے تلاوت شروع کی۔ سورۂ نساء کا پاؤ سے کچھ زیادہ پڑھا۔ ایک آیت فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا پر پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس کافی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا تو آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آنسو جاری تھے۔

آپؓ کا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر بہت آنا جانا رہتا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپؓ کو یہ علامت بتلا دی تھی کہ جب پردہ اٹھا ہوا دیکھو تو آ سکتے ہو۔ آواز دینے اطلاع کرنے اور اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپؓ کی والدہ صاحبہ بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکان میں بہت آیا جایا کرتی تھیں۔

حضرت موسیٰ اشعری رض جب یمن سے آئے تو حضرت ابن مسعود رض کا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکان پر کثرت سے آنے جانے سے کافی دن یہی سمجھتے رہے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رشتہ دار ہیں۔

غرض کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت بڑے محبوب اور معتمد علیہ تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک چٹائی پر آرام فرما رہے تھے جب بیدار ہوئے تو جسدِ اطہر پر چٹائی کی بناوٹ کا اثر تھا، بدن مبارک پر نشان پڑ گئے تھے۔ آپؓ کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں حکم دیتے تاکہ جناب کے لئے عمدہ فرش بچھاتے۔ آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا۔ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا۔ مجھے دنیا سے کیا واسطہ۔ میری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی سوار ہو اور سفر کر رہا ہو اور وہ کسی درخت کے سایہ تلے سستا کر پھر چلا جائے اور درخت کو چھوڑ جائے۔

آقائے نامدار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مختلف موقعوں پر مختلف مثالوں سے یہ سمجھایا ہے کہ دنیا محبت کے قابل نہیں۔ آدمی اس کی محبت دل میں نہ رکھے۔ دنیا کو کسی طرح بھی وقعت نہ دی جائے۔ یہ رہنے کے لئے نہیں چھوڑنے کے لئے ہے۔ اس سے جتنا کم تعلق ہوگا اتنی راحتیں زیادہ ہوں گی اور جس قدر گہرا تعلق ہوگا اتنی تکلیفیں زیادہ ہوں گی۔ دنیا سے محبت جس قدر کم ہوگی اسی قدر دیانتداری، سخاوت اور دوسری اچھی صفات کی کثرت ہوگی۔ جب دل حُبِّ دنیا اور طلبِ مال سے پُر ہوتا ہے تو دین کا اہتمام نہیں ہو سکتا۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال میں ارشاد فرمایا ہے کہ جیسے سوار سفر کر رہا ہو اور سایہ تلے آرام کو سستا لے۔

غور کیجئے۔ اس مثال میں بھی خاص لطافت ہے۔ وہ یہ کہ سوار آدمی چھوٹے سفر میں زیادہ سامان ساتھ نہیں لیتا۔ یہ اُس زمانہ کا بھی دستور تھا۔ تو دنیا کا سفر بھی گویا آپؐ نے مختصر وقت کا بتلایا اور تشبیہ بھی سوار کے سفر سے دی یعنی آدمی اگر آخرت پر نظر رکھے تو بہت ہی کم سامان کافی ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمارے دلوں کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز کر دے۔ دنیا کی محبت سے حفاظت میں رکھے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳	۲ر ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۲ر فروری ۱۹۶۷ء	شمارہ ۳۹

فضول خرچی و عیاشی کو ختم کیجیے!

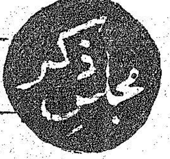
ہمیں مختلف شہروں سے اس قسم کی اطلاعات اور خطوط موصول ہو رہے ہیں کہ وہاں شہروں کے نام پر جشن منائے جا رہے ہیں۔ جیسے جشنِ شکارپور، جشنِ ساہیوال، جشنِ ملتان وغیرہ اور ان جشنوں میں وہ کچھ ہوتا ہے جو ایک اسلامی مملکت میں کسی طرح بھی قابلِ برداشت نہیں۔ دوسرے پروگراموں کے علاوہ ان تقریباتِ جشن میں کلچرل شو، ناچ گانے، بے حیائی و عریانی کے دیگر مظاہرے اور تمبولا یعنی قمار بازی وغیرہ سب چیزیں شامل ہوتی ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کے اخلاق و عادات پر گہرا اثر پڑتا ہے اور نوجوان پود کے اندر مفاسد و فحاشی کے کئی نقشے اور خاکے تیار ہوتے ہیں۔ ان حالات میں جب کہ ملک میں پہلے ہی بے حیائی و فحاشی، چوری و ڈکیتی، اغوا و قتل، رشوت ستانی، بلیک مارکیٹنگ اور سمگلنگ کے جرائم اپنے شباب پر ہیں اور جن کی تہ میں افراد کا جذبۂ ہوس پرستی و خود غرضی پوری طرح کارفرما ہے اس قسم کے جشن ہرگز منعقد نہیں کرنے چاہئیں۔ پھر یہ تمام چیزیں نہ صرف معاشرے کے لئے سمِ قاتل ہیں۔ اور اس میں طرح طرح کی برائیوں کو جنم دینے کا باعث ہیں بلکہ اسلام کے بھی صریح خلاف ہیں اور اسلامی نظامِ حیات میں ان کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ مزید براں ان تقاریب کی حیثیت اسراف و عیاشی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ اگر ان میں کوئی افادیت کا پہلو نکل سکتا ہے تو وہ صرف اس قدر ہے کہ لوگوں کو شہر کے تہذیبی و تمدنی ورثہ سے آگاہ کیا جائے، لوگوں کے اجتماع کو غنیمت جان کر انہیں مُلکی و ملّی ترقیات اور ان کی رفتار سے آگاہ کیا جائے۔ عوام کو ملک کی دفاعی ضروریات اور آنے والے خطرات سے باخبر رکھا جائے اور ان کے مقابلے کے لئے ہمہ تن وقف ہو جانے کی ترغیب دی جائے، معاشرتی برائیوں کے قلع قمع کی تدابیر سمجھائی جائیں، لوگوں کے جذبات و خیالات اور ذہنوں کو اسلام کے تقاضوں سے ہم آہنگ بنانے اور تعمیری کاموں میں لگانے کی سعی کی جائے لیکن بدقسمتی سے ان تقاریب میں یہی کچھ نہیں ہوتا اس کے علاوہ ہر خرافات ہوتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان تقاریب کے کارپردازوں کا مطمحِ نظر ہی لوگوں کو زیادہ سے زیادہ بے دین اور غیر اسلامی حرکات و سکنات کا خوگر بنانا رہ گیا ہے اس میں شک نہیں کہ ہمارے اربابِ بست و کشاد آئے دن یہی اعلان کرتے رہتے ہیں کہ وہ اس ملک میں جلد از جلد اسلامی نظامِ حیات نافذ کریں گے، اور ہو سکتا ہے کہ ان کی نیّت فی الحقیقت یہی ہو لیکن بظاہر اگر یہی پھچھن رہے تو قیامت تک بھی اسلامی معاشرے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ موجودہ معاشرے میں بے دینی و بے حیائی کو کھل کھیلنے کے پورے مواقع میسر ہیں لیکن اسلامی تعلیمات پر عمل کے لئے کوئی سہولتیں فراہم نہیں کی جاتیں صرف زبانی وعدے ہی کئے جاتے ہیں اور نوبت اب یہاں تک

آ پہنچی ہے کہ تعلیم گاہیں تقریباً رقص گاہیں بن چکی ہیں، ننگی تصویروں کی نمائش، فحش لٹریچر کی فراوانی، ریڈیو سے نشر ہونے والے مخربِ اخلاق گانوں، ٹیلی ویژن، ثقافتی شو، سینما اور اخبارات میں فلمی صفحات کی بھرمار جنسی انارکی کو ہوا دینے میں مصروف ہیں اور کوئی شخص سو احتیاطوں کے باوجود بھی اپنے کانوں، اپنی آنکھوں اور اس کے بعد اپنے دل و دماغ کو ان بے حیائیوں سے کاملاً محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ معاشرہ ہوس پرستیوں، خود غرضیوں، بدکرداریوں اور انسانیت سوز وارداتوں اور جرائم کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ اور اگرچہ لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں اسلام کی محبت موجود ہے مگر معاشرے میں اسلامی زندگی کا وجود کہیں ڈھونڈنے سے بھی نظر نہیں آتا۔ ہمارے خیال میں اس قسم کے اسباب مہیّا کرنا اور پھر اسلامی زندگی کے خواب دیکھنا جنون محض اور عوام کو فریب دینے کے مترادف ہے اور یہ اندازِ فکر و کار نہ صرف اسلام سے بے وفائی ہے بلکہ پاکستان کے بنیادی نظریے سے بھی رُوگردانی ہے جسے فوراً تبدیل ہونا چاہئے۔

کس قدر ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف ہمارے دعاوی یہ ہیں کہ ہم پاکستان کو ایک مثالی اور فلاحی مملکت بنانا چاہتے ہیں اور اسے دنیا میں ممتاز و منفرد مقام دلانے کے لئے کوشاں و سرگرداں ہیں اور دوسری طرف ہمارا یہ حال ہے کہ ملکی سرمایہ فضول خرچیوں اور عیش کوشیوں میں اڑا رہے ہیں۔ ہندوستان ہمارا فریقِ مخالف ایٹم بم تیار کر چکا ہے، ٹینک اور ہوائی جہاز بنانے میں سرگرم کار ہے اور بے انداز روپیہ جنگی تیاریوں پر خرچ کر رہا ہے۔ اور ہم اللوں تللوں اور جشنوں میں مست ہو کر اپنا محدود اثاثہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں

تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو

ہمیں اعتراف ہے کہ موجودہ حکومت دفاعی ضرورتوں سے بے خبر نہیں۔ اور اس نے ملک کو مختلف گوشوں میں مادی ترقی سے ہمکنار کیا اور پاکستان کی ساکھ کو بڑھایا ہے لیکن محدود وسائل و ذرائع کے پیشِ نظر اور ہندوستان کی جنگی تیاریوں کے مقابلہ میں یہ بہت کم ہے۔ اس لئے ہمیں ایک پھوٹی کوڑی بھی



۱۷ر شوال المکرم ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۸ر جنوری ۱۹۶۸ء

دنیوی اور اخروی کامیابی کا طریقہ

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

مرتبہ: خالد سلیم ایم۔ اے

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی: امّابعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم:۔
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔

سب سے پہلے میں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا کرتا ہوں۔ جس نے ہم سب کو امتِ محمدیہ میں پیدا فرمایا۔ اور اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت رحؒ نے ذکر اللہ کی مجلس کا پودا لگایا تھا۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو سدا اس پودے کو پانی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت رحؒ مجلسِ ذکر کے بعد اصلاحِ حال کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور فرمایا کرتے تھے۔ اُن کے طریقے کو جاری و ساری رکھنے کے لئے میں بھی کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔

رمضان المبارک کا مہینہ ٹریننگ یعنی تربیت کا مہینہ تھا کہ آپ ساری عمر اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے رہیں اور حرام کاموں سے بچتے رہیں۔ جس طرح آپ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مقررہ اوقات کے لئے حلال خورد و نوش کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح آپ باقی گیارہ مہینے اللہ تعالےٰ کو خوش رکھنے کے لئے ہر قسم کے حرام اور گناہ کے کام کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں۔ اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھیں اور اس کی بارگاہ میں ہر وقت گڑگڑاتے رہیں۔ اگر تقاضائے بشری سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو فوراً اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کریں۔ توبہ و استغفار پڑھیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً اس کے بعد کوئی نیکی کر لیا کرو۔ یہ نیکی اس گناہ کو ختم کر دے گی قرآن و حدیث میں بے شمار دعائیں موجود ہیں۔ ان کو یاد کرکے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پڑھیں اور مدد کے لئے پکاریں۔

آپ حضرات بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ کو توحید و شرک کی سمجھ ہے۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے آپ کے عقائد بالکل صحیح اور ٹھوس ہیں۔ اس کو محض اللہ تعالیٰ کا فضل جانئے۔ اور اپنے ایمان اور عمل میں ترقی کرتے رہیں۔ یہ مجالس ذکر اس لئے منعقد کی جاتی ہیں تاکہ ہم اپنی کوتاہیوں کو دور کر سکیں اور اللہ کی رحمت اور مغفرت حاصل کر لیں۔

رمضان المبارک کے روزے، نماز اور ذکر اذکار سب گناہوں کو دھو دیتے ہیں اور انسان کو بالکل پاک و صاف کر دیتے ہیں۔ جس طرح دھوبی میلے کپڑوں کو دھو کر اُجلے اور صاف کر دیتا ہے۔ آپ اللہ تعالےٰ کی رضا کے ساتھ راضی رہیں اور جس حال میں مولا رکھے خوش رہیں۔ صحت و دولت کو غنیمت جانیں اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کریں۔

ہم اس دنیا میں مہمان کی طرح ہیں۔ سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں۔ موت کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔

اپنے گناہوں کی اللہ تعالےٰ سے معافی مانگیں اور آئندہ گناہوں سے پرہیز کریں۔ نیک اعمال اور ذکر اللہ کے ذوق و شوق کے لئے اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں۔ نیک کاموں کے وقت ریاکاری سے بچیں۔ کیونکہ ریا شرک اصغر ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو فقط اپنی رضا کے لئے نیک اعمال کثرت سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا ۝

(اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچائیں) اس لئے آپ خود بھی نیک اعمال کریں، دینی تعلیم حاصل کریں اور بیوی بچوں، بہن بھائیوں اور دوست احباب کو بھی اس طرف راغب کریں۔ دنیا کے علوم سیکھیں لیکن دینِ اسلام کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ رمضان کے مہینہ میں جہاں سحور کے وقت سحری کے لئے اٹھتے تھے۔ اب آپ رضاءِ الٰہی کے لئے نفلوں کے لئے اٹھا کریں۔ اور دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے دعا مانگا کریں ؎

رات کے پچھلے حصّے میں اک دولت بانٹی جاتی ہے
جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے سو کھووت ہے

اللہ تعالےٰ ہم سب کو تہجّد کی نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمانِ کامل پر فرمائے (آمین)

حافظ القرآن والحدیث امیر جمعیۃ علماء اسلام

حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی دامت برکاتہم کی صحت کے متعلق احباب سے پتہ چلا ہے کہ آگے کی نسبت قدرے بہتر ہے۔ اور حضرت مدظلہ باوجود سخت نقاہت وکمزوری کے اُٹھنے بیٹھنے لگے ہیں۔ احباب و متوسلین سے درخواست ہے کہ وہ حضرت مدظلہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعاؤں کا سلسلہ بدستور جاری رکھیں۔



۲۵ر شوال المکرم ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۶ر جنوری ۱۹۶۸ء

قرآن مجید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت اور صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل کے مطابق

اسلام ہی اصلی، کھرا اور سچّا اسلام ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امابعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم:-
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(پ ۸ س الانعام رکوع ۲۰ - آیت ۱۶۱ تا ۱۶۲)

ترجمہ : کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس کا حکم دیا گیا تھا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

ارشادِ باری ہے کہ اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری تمام عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو پروردگار اور مالک ہے۔ تمام جہان کا یعنی وہی رب ہے اور وہی مستحق عبادت ہے۔ چونکہ نماز اہم عبادت ہے۔ اس لئے اس کو اور عبادات سے جدا ذکر کیا۔ تمام جہانوں کا یعنی تمام مخلوقات کا مالک ہے۔ اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے اور مجھ کو اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں اس دین والوں میں سب سے پہلا ماننے والا اور سب فرمانبرداروں میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔ یعنی مجھ کو عبادت میں اخلاص کا حکم دیا گیا ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ مسلمان صحیح معنوں میں وہی ہے جس کی نماز، جس کی قربانی، جس کا جینا اور مرنا اور زندگی کی تمام حرکات خالصتاً اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے لئے ہوں۔ اور وہ اپنی ساری زندگی اخلاص کے ساتھ فقط حق تعالیٰ شانہٗ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی رضاجوئی میں صَرف کرے اور اس کا دامن شرک کے بدترین گناہ سے قطعی پاک ہو۔

اللہ کی رضاجوئی حاصل کرنے کا طریقہ

اگر انسان چاہے کہ میری زندگی کا ہر لمحہ اور ہر عمل حیات رضاءِ الٰہی کا ذریعہ بن جائے تو یہ مقصد بفضلہٖ تعالیٰ آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس صورت میں اس کا ہر کام عبادت میں شمار ہوگا۔ اس کا کھانا، پینا، سونا، جاگنا، کپڑا پہننا، تجارت کرنا، زراعت کرنا، ملازمت کرنا، حتیٰ کہ بول و براز تک سے فارغ ہونا بھی رضائے الٰہی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ اور عبادت میں شمار ہو سکتے ہیں۔ مگر اس کے لئے شرط صرف اتنی ہے کہ ہر کام کرتے وقت دل میں خلوص کے ساتھ یہ نیت کرے کہ اے اللہ! یہ کام میں صرف تیرے لئے کر رہا ہوں اور کسی کے لئے نہیں کر رہا۔ اور اس کا مقصد فقط تیرے حکم کی فرمانبرداری اور تیری رضاء کا حصول ہے اور میں کسی کو تیرا ساجھی اور شریک نہیں مانتا۔

دستور العمل جب یہ نیت پختہ ہو گئی کہ ہر کام اللہ جل شانہٗ کی رضاء کے لئے کرنا ہے، اور ہماری زندگی کا مقصد فقط اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے تو اس مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک دستور العمل ایک مکمل طریقِ کار اور ایک صحیح پروگرام کی ضرورت پیش آئے گی سو حق تعالیٰ سبحانہٗ نے اپنے خاص فضل و کرم سے وہ پروگرام اور زندگی کا دستور العمل خود ہی عطا فرما رکھا ہے اور وہ کامل و اکمل دستورِ حیات اور نظامِ زندگی قرآنِ مجید فرقانِ حمید ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ خوش خبری اور اعلانِ عام کیا ہے :-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (المائدہ - ع ۱)

یعنی آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے واسطے دین اسلام ہی کو پسند کیا۔

غرض کامل و اکمل دستور العمل خدا کو راضی کرنے کا اور مکمل نجات کا قرآن مجید ہے۔ اس پر عمل کرنے کو اسلام کہتے ہیں اور اس کی عملی تصویر اور کامل نمونہ اوّل المسلمین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ قرآن مجید میں خود خداوند قدوس جل مجدہٗ نے ارشاد فرمایا ہے :-

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ؕ (الاحزاب ع ۳)

ترجمہ: البتہ تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ (کی ملاقات) اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام رحؒ

جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے۔ چاہئے کہ ہر معاملہ، ہر ایک حرکت و سکون اور نشست و برخاست میں اُن کے نقشِ قدم پر چلیں اور ہمت و استقلال میں ان کی چال سیکھیں۔

اصلی اور سچا دین

پس برادرانِ اسلام جان لو کہ اصلی اور سچا دین جس سے رضائے ایزدی حاصل ہو سکے اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول و منظور ہے وہ فقط وہی ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عطا فرمایا ہے اور جس کی عملی تفسیر و تعبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی اور کامل و اکمل اسوۂ حسنہ ہے۔

لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اسی دین کو اللہ تعالیٰ کا دین سمجھیں اور اسی پر عمل کریں تاکہ عذاب الٰہی سے بچ کر جنت میں جا سکیں اور اللہ تعالیٰ کی رضاء کا تمغہ حاصل کر سکیں۔

نقلی اور جھوٹے دین

اللہ تعالیٰ کا ہم پر فضل و کرم ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نقلی اور جھوٹے دینوں کی بھی اطلاع فرما دی اور بتا دیا کہ لوگ نقلی دینوں کا نام بھی اسلام ہی بتائیں گے لیکن وہ درحقیقت سچا دین اسلام نہ ہوگا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ بے شک بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی۔ سوائے ایک فرقے کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) وہ کون سی جماعت ہو گی؟ (جو بہشت میں جائے گی) آپؐ نے فرمایا" جس طریقے پر میں اور میرے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہیں —

حاصل

یہ ہے کہ آپؐ کی پیشین گوئی ہے کہ آپؐ کی امت میں بہتر فرقے گمراہ ہوں گے اور ایک فرقہ ناجی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو گمراہ فرقوں میں شامل ہونے سے بچائے، اور قرآن مجید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے کے مطابق ناجی فرقے میں جو اصلی اسلام کا علمبردار ہے شامل فرمائے اور اسی کا تازیست پابند رکھے۔ آمین!

اصلی اور نقلی اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ پانچ کام کرنے والا مسلمان ہے۔ (۱) کلمۂ شہادت کا اقرار کرنے والا (۲) نماز قائم کرنے والا (۳) روزہ رکھنے والا (۴) زکوٰۃ ادا کرنے والا۔ اور (۵) توفیق ہے تو حج کرنے والا۔

پھر فرمایا کہ ان کاموں کے کرنے کا نتیجہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ نکلے گا کہ آدمی کو مغفرت نصیب ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ تو اصلی اسلام کی شکل ہے اور نقلی اسلام اس کے برعکس ہر قسم کے رسم و رواج کو اپنانے، بدعات پر عمل کرنے، خدائے واحد کے علاوہ غیروں کے آگے جھکنے، ان سے مرادیں مانگنے اور شرک و کفر کی عادات و روایات اختیار کرنے کا نام ہے۔

قرآن و سنت اور اسوۂ صحابہؓ پر عمل ہو نہ ہو مگر اپنے رسم و رواج پر اور باپ دادے کے اختیار کردہ طرزِ عمل پر ضرور عمل ہو جائے یہ سب نقلی اسلام کی صورتیں ہیں۔ اصلی اسلام قرآن و سنت اور اسوۂ صحابہؓ کے مطابق تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصلی اور کھرے اسلام پر عمل کرنے اور نقلی اسلام سے قطعی اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ: اداریہ

فضول خرچی اور عیاشی پر صرف نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ اپنی تمام تر مساعی ملکی ترقی اور دفاعی ضروریات پر مذکور کر دینی چاہئیں اور سب سے بڑھ کر اسلام کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

علماء کرام پر عائد پابندیاں ختم کی جائیں

مرکزی جمعیت اتحاد القراء پاکستان کے جنرل سیکرٹری و جمعیت علماء اسلام لاہور کے ضلعی ناظم مولانا قاری محمد شریف قصوری نے مغربی پاکستان کے بعض ممتاز اور جید علماء کرام پر مختلف اضلاع میں عاید داخلے کی پابندیوں، نظر بندیوں اور زبان بندیوں کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے علماء کرام کے مذہبی امور کی ادائیگی میں صریح مداخلت قرار دیا ہے۔ آپ نے کہا علماء کرام نے ملک کی آزادی کے لئے جو ناقابل فراموش قربانیاں دی ہیں۔ اور ملکی تعمیر و ترقی اور قومی فلاح و بہبود میں جو اہم کردار ادا کیا ہے اور بالخصوص ستمبر ۱۹۶۵ء کے معرکۂ حق و باطل میں جس مثالی اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک کی سالمیت کے تحفظ و بقاء کی خاطر جو بے مثال خدمات انجام دی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ ملکی ترقی و خوشحالی، استحکام اور قومی اتحاد کے لئے حکومت اور علماء کرام کے درمیان باہمی اعتماد و تعاون کے خوشگوار رابطہ کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے آپ نے الزام لگایا کہ بعض حکام دیدہ و دانستہ اپنے اختیارات کا غلط استعمال کر کے حکومت اور علماء کے درمیان بداعتمادی پھیلا کر ملکی فضا کو مکدر کر رہے ہیں۔ مولانا قصوری نے صوبائی حکومت اور گورنر سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ پورے صوبے میں تمام علماء اسلام پر عائد ہر قسم کی پابندیوں کو فی الفور ختم کیا جائے اور ضلعی حکام کو اپنے اختیارات کے اندھا دھند استعمال سے روکا جائے۔

احتجاج

سیالکوٹ کے علماء اور ناظم دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ نے حکومت سے اس امر پر سخت احتجاج کیا ہے کہ مولانا محمد فیروز خاں صاحب مہتمم دارالعلوم مدنیہ ڈسکہ پر محض ختم نبوت کا بیان کرنے کی بناء پر پابندی عائد کر دی ہے اور اس طرح سواد اعظم اہلسنت کی حق تلفی ہے۔ انہوں نے ڈی سی سیالکوٹ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ مولانا موصوف پر عائد کردہ پابندیوں کو فی الفور ختم کر دیں۔ اور اس طرح عنداللہ اور عندالناس ماجور ہوں۔

دعائے صحت

حضرت مولانا تاج محمود صاحب ایڈیٹر "لولاک" لائل پور میو ہسپتال سے لائل پور واپس تشریف لے گئے ہیں۔ لیکن پتہ چلا ہے کہ اُن کی صحت دوبارہ زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ موصوف کی شفائے کاملہ و عاجلہ کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔



سورت بقرہ : آیت ۸۴ تا ۸۶ ——— تلاوت : قاری خوشی محمد

ترجمہ و تفسیر :- حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی نے ۱۹ جنوری ۶۸ء کے روز پونے چھ بجے شام ریڈیو پاکستان لاہور کے پنجابی زبان کے پروگرام "جمہور دی آواز" میں جو تقریر نشر فرمائی وہ قارئینِ خدام الدین کی ضیافتِ طبع کے لئے من و عن پیشِ خدمت ہے ——— محمد عثمان غنی بی اے ———

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد

فقد قال اللہ تعالیٰ فی القراٰن المجید والفرقان الحمید ———

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ٥ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْکُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ٥

صدق اللہ العظیم -

ایہناں آیتاں دا ترجمہ ایہہ وے :-

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ - تے اوہ ویلا وی یاد کرو جدوں اساں پکا اقرار لِتّا تہاڈے کولوں - لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ تسی آپس وچ خون خرابہ نہ کروگے - وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ تے تسی اپنے بھائی بنداں نوں دیس توں پردیس نہ کڈھوگے - ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ٥ فیر تساں قول اقرار کیتا، تے تسی آپ ای اوہدے گواہ او - ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ فیر تسی اوہو ای او جہڑے اپنے بھائی بنداں نوں قتل کردے او - وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْکُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ ——— تے اپنے ای اک گروہ نوں اوہناں دے وطن توں بے وطن کر دیندے او ——— تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ تے اوہناں دے مقابلے وچ گناہ تے ظلم نال اوہناں دشمناں دی مدد وی کردے او - وَ اِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ تے جیکر اوہ بندی وان ہو کے اوندے نیں تے تسی چَٹی بھر کے اوہناں نوں چھڑا لیندے او - وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ حالانکہ اوہناں دا دیس نکالا ای تہاڈے تے حرام سی - اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ تے کیہ تسی اللہ دے کلام دے کجھ حصے تے ایمان رکھدے او تے باقی دا انکار کردے او؟ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ - سو جہڑا تہاڈے وچوں ایس طراں کرے اوہدی ایہو ای سزا اے - اِلَّا خِزْیًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ - کہ اوہ دنیا وچ رسوا کیتا جاوے تے آخرت وچ وی خوار ہووے - یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ تے دہاڑے قیامت دے سخت عذاب وچ مبتلا ہون گے - وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ تے تسی جو کجھ وی کردے او اوس توں بے خبر نہیں - اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ ایہہ اوہ لوک نیں جنہاں نے آخرت دے بدلے وچ دنیا دی زندگی نوں خرید لیا اے - فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ٥ فیر نہ اوہناں دے عذاب وچ کمی ہووے گی تے نہ کوئی اوہناں دی مدد نوں پہنچے گا -

ہُن تسی مشکل لفظاں دی تشریح سنو :-

مِیْثَاقٌ :- عہد و پیمان - وَثِیْقٌ (مضبوط) وَثَاق . جمع وَثِیْقَةٌ دی اے . عہدنامہ اوہ دستاویز جدھے کم وچ طاقت تے مضبوطی پیدا ہووے -

دِیَار : دِیَار جمع اے دَارٌ دی ، جدھے معنے نیں گھر - تے ایہدی جمع دی آوندی اے -

تَظٰهَرُوْنَ : تَظَاهُرٌ ، ایکا کرنا -

اِثْمٌ : گناہ

عُدْوَانٌ : مصدر اے کُفْرَان دے وزن تے - تے معنے اوہدے نیں ظلم تے زیادتی دے -

اُسٰرٰی : جمع اسیر دی اے ، یعنے قیدی تے بندی وان

تُفٰدُوْنَ : مُفَادَاةٌ توں اے ، معنے نیں فدیہ دینا -

مُحَرَّمٌ : حرام کیتا گیا -

خِزْیًا : رسوائی -

یُرَدُّوْنَ : رَدٌّ مثل مَدٌّ ، لوٹانا پھیرنا -

ہُن تسی تفسیر سنو :-

پچھلی آیت وچ بنی اسرائیل کولوں ایہناں گلاں دا عہد لِتّا گیا سی :-

۱- اللہ دے سوا کسے دوجے دی غلامی نہ کرو - اپنی زندگی دیاں ضرورتاں وچ اوہدے کولوں ای مدد منگو، تے سب توں باغی بن کے اوسے اک اکلے مولا دی تابعداری دا جُوا اپنی گردن وچ پا لو - تاں جے سب دے سامنے سربلند ہو جاؤ -

۲- چونکہ ماں باپ وی ایس دنیا وچ اللہ دی ربوبیت دا مظہر ہوندے نیں - یعنی پالنہار تے اللہ دی ذات اے پر اللہ تعالےٰ ماں باپ دے ذریعے نال ای انسان نوں پرورش فرماندے تے پروان چڑھاندے نیں - ایس لئی

اوہناں نال احسان تے بھلیائی کرن دا حکم دِتا گیا۔

۳۔ عزیزاں تے رشتے داراں نال اخلاق تے مروت نال پیش آؤ۔

۴۔ یتیماں تے مسکیناں دی مدد کرو۔

۵۔ لوکاں نوں ہمیشہ چنگی گل آکھو اَتے نماز تے زکوٰۃ دی پابندی کرو۔

پر ایہہ لوک ایہناں عہداں تے پورے نہ اُترے۔

ایس توں علاوہ ایہناں کولوں ہور تِن ہور گلاں دا وی اقرار لتا گیا سی:۔

۱۔ خانہ جنگی کرکے آپس وچ خون خرابہ نہ کریا جے۔ کیوں جے ایس نال تہاڈی اجتماعی زندگی نوں نقصان پہنچے گا، تے قومی زندگی فنا ہو جاوے گی۔

۲۔ اپنیاں بھائی بنداں نوں دیس نکالا نہ دیا جے کیوں جے ایدھر تے تہاڈی جماعت دن بدن گھٹدی جائے گی تے اودھر اوہ دیس نکالے دیاں مصیبتاں تے تکلیفاں توں تنگ آکے تہاڈے دشمناں نال ساز باز کرن گے۔

۳۔ اپنی قوم وچوں کسے نوں بندی وان ہوندا ویکھو تے چٹی بھر کے اوہنوں چھڑا لیا جے۔

ایہناں لوکاں نے پہلے دو حکماں دی تے پرواہ نہ کیتی پر تیسرے حکم لئی بڑا اُچیچ کر دے۔

واقعہ ایہہ وے کہ مدینہ شریف وچ اوس تے خزرج دیاں دو قوماں وسدیاں سن جہڑیاں ہمیشہ آپس وچ لڑدیاں رہندیاں سن۔ شہر دے باہر یہودیاں دے وی دو قبیلے آباد سن۔ بنو نضیر تے بنو قریظہ۔ ایہناں وچوں اوس تے بنو قریظہ آپس وچ اک دوجے دے اتحادی سن۔ ایسے طراں خزرج تے بنو نضیر دا وی آپس وچ معاہدہ سی۔ جد کدی وی اوس تے خزرج وچ جنگ ہوندی ایہناں قبیلیاں نوں وی دوستی تے جنگی معاہدے دی وجہ نال ایہناں دی مدد کرنی پیندی سی۔ فیر جنگ دے نتیجے وچ جتھے اوس تے خزرج بے گھر تے برباد ہوندے اوتھے بنو نضیر تے بنو قریظہ وی ایس مصیبت توں نہ بچ سکدے۔ تے ایہہ بالکل صاف گل اے کہ بنو نضیر دے دیس نکالے وچ بنو قریظہ دا دخل ہوندا سی تے بنو قریظہ دی جلا وطنی وچ بنو نضیر حصہ دار ہوندے سن۔ ہاں اینی گل ضرور سی کہ جدوں اک جماعت وچوں کوئی بندی وان ہو کے آوندا سی تے ہر جماعت اپنیاں دوستاں نوں مال نال راضی کر کے قیدی نوں چھڑا دیندی سی۔ جے کر کوئی ایہناں دی ایس حرکت تے اعتراض کردا سی، تے کہندے سن کہ قیدی دا چھڑانا ساڈا مذہبی فریضہ اے۔ تے جدوں لوک ایہہ کہندے کہ قتل تے دیس نکالے وچ تساں کیوں دشمن دی مدد کیتی؟ تے اوہناں دا جواب ایہہ ہوندا سی کہ دوستاں دا ساتھ نہ دینا عار تے شرم دی گل اے۔

ایس بے ہودہ حرکت تے ایہناں نوں آکھیا گیا کہ بیماری وی پیدا کر دے رہو تے علاج وی جاری رکھو۔ ایہہ کتھوں دی عقلمندی اے؟ ایس طراں کدی وی بیماری ختم نہیں ہوندی۔ ایس لئی اجہے لوکاں دی سزا ایس توں سوا ہور کیہہ ہو سکدی اے کہ اوہ ہمیشہ لئی دنیا وچ ذلیل کر دِتے جان تے کدی اوہناں نوں عزت نصیب نہ ہووے۔

بھائو! یہودیاں نے اسلام تے مسلماناں دی مخالفت نوں اپنا شعار بنا لیا سی تے اوہ کسے وی موقعے تے اپنی اسلام دشمنی توں باز نہیں رہندے سن۔ فیر وی ہُن تیکر کھل کے ٹکر نہیں ہوئی سی۔ اک اتفاقی واقعہ نے ایہدی راہ کھول دِتی۔ اصل واقعہ ایہہ وے کہ اک یہودی نے اک انصاری عورت دی بے حرمتی کیتی تے اک انصاری نے اوس یہودی نوں مار سٹیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوں جاں خبر پہنچی تے آپ اوتھے تشریف لے گئے تے اوہناں نوں آکھیا کہ خدا توں ڈرو۔ ایسا نہ ہووے کہ بدر والیاں دی طراں تہاڈے تے وی خدا دا عذاب نازل ہو جاوے۔

بھائو! مدینے دیاں یہودیاں نال حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) دا معاہدہ ہو چکیا سی فیر وی اوہناں بدبختاں نے جواب دِتا اسی قریش نہیں گے، ساڈے نال معاملہ پَے گا تے اسی دَس دیاں گے لڑائی کِنوں کہندے نیں۔ سو ایہہ وعدہ خلافی اک قسم دا اعلان جنگ سی ایس لئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوہناں دیاں آئے دن دیاں شرارتاں دے ختم کرن دا فیصلہ کر لیا، تے یہودی قلعہ بند ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ کر لتا۔ پندرہ دناں دے محاصرے توں بعد یہودی فیصلہ کرن تے راضی ہو گئے تے آپ نے عبداللہ ابن اُبیّ دی تجویز تے ست سو (۷۰۰) یہودیاں نوں دیس نکالا دِتا تے ایہہ لوک ملک شام وچ جا کے آباد ہو گئے۔

چونکہ بنو قریظہ مسلماناں نوں ستان وچ مشغول سن ایس وجہ نال غزوۂ خندق توں واپسی تے اوسے دن ظہر دی نماز ویلے مسلماناں نوں بنو قریظہ نال جہاد دا حکم دے دتا جدھے نتیجے وچ بنو قریظہ قلعہ بند ہو گئے۔ چنانچہ ۲۵ دن محاصرہ جاری رہیا۔ ۲۵ دناں بعد اوہناں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کولوں مشورے واسطے اک آدمی منگیا تے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذؓ نوں مقرر فرما دتا۔ چونکہ سعد بن معاذؓ غزوۂ خندق وچ زخمی ہو چکے سن ایس واسطے اوہناں نوں حمار تے سوار کر کے اوتھے پہنچایا گیا تے اوہناں نے فیصلہ کیتا کہ بنو قریظہ دے کل آدمی قتل کر دتے جان تے عورتاں تے بچے لونڈی غلام بنا لئے جان تے مال اسباب مسلماناں وچ تقسیم کر دتا جاوے۔ ایہہ سخت سزا ایس واسطے دتی گئی کہ اوہناں نے عہد شکنی کر کے مسلماناں نوں تباہ کرن دی ہولناک سازش کیتی۔

سچ اے اجہے لوکاں دی سزا وچ نہ تے کسے قسم دی کمی ہو سکدی اے تے نہ کوئی اوہناں دی طرف داری کر سکدا اے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(بشکریہ ریڈیو پاکستان لاہور)

حسنِ سراپا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(اصغر نثار قریشی)

دل درد منداں انیس غریباں
برائے مریضاں مسیحا محمد
بہر جا کہ بینم جمالش ہویدا
بہر انجمن جلوہ آرا محمد
نگاہے نگاہے، نگاہے نگاہے
خدا را خدا را خدارا محمد
بجز وردِ نامِ تو شغلے ندارم
محمد محمد کنم یا محمد
نگاہے کرم بر دلِ ناتوانے
منم بندۂ بے نوا یا محمد

صلحاءِ امّت کے عملی کارنامے

جامع شریعت و طریقت وقار العلماء والصلحاء حضرت مولانا بشیر احمد پسروری مدظلہ۔

(۴)

● شیخ الاسلام امام المومنین حضرت محمدؒ بن نصر جو ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث اور سنن نبویہ میں اُن کا مقام بہت بلند تھا۔ کچھ عرصہ مصر میں مقیم رہے ۲۶۰ھ میں نیشاپور چلے گئے۔ عبادت الٰہی اور تبلیغ دین میں بہت زیادہ مصروف رہتے تھے۔ ان کے گماشتے تجارتی کاروبار کرتے ۲۷۵ھ میں سمرقند تشریف لے گئے۔ نہایت ہی عاجزی اور تن دہی سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ نماز میں توجہ اور استغراق کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ ایک دفعہ نماز کی حالت میں ان کی پیشانی پر زنبور (بھڑ) نے کاٹ کھایا اور خون چہرے سے بہنے لگا لیکن آپ نے نماز میں حرکت نہ فرمائی —— چہرہ مبارک خوبصورت سرخ اور داڑھی مبارک نہایت ہی سفید تھی۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اسمٰعیل بن احمد والئے خراساں (یعنی خراسان کے گورنر) انہیں چار ہزار سالانہ اور اس کے بھائی اسحاق کو بھی سالانہ اور سمرقند کے رہنے والے اہل خیر کو بھی چار ہزار سالانہ دیتے تھے۔ وہ نہایت قناعت کے ساتھ گذارہ کرکے باقی سب رقم فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے تھے۔ احباب نے مشورہ دیا کہ آپ اپنی ضروریات سے بچا کر کچھ جمع کر لیا کریں۔ تو محمد بن نصر نے فرمایا۔ کہ مصر میں میرا خرچ تقریباً بیس درہم ہوا کرتا تھا۔ اب زائد خرچ کیوں کروں۔ اگر وہ غربت نہیں رہی تو یہ دولت بھی نہیں رہے گی۔ یہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ یہ بصرہ روانہ ہوئے مکہ مکرمہ جانا چاہتے تھے۔ زادِ راہ کے علاوہ ایک لونڈی بھی ساتھ تھی راستہ میں سارا سفر خرچ ضائع ہو گیا۔ لونڈی کے ہمراہ پیدل سفر شروع کیا۔ ریگستان میں پیاس کے مارے موت سامنے نظر آتی۔ اور وہ موت کے انتظار میں سو گئے۔ نیم بیہوشی کی حالت میں کسی نے جگایا اور پانی کا ایک کوزہ مجھے دیا تو فرماتے ہیں کہ پہلے میں نے پیا، پھر لونڈی کو پلایا —— معلوم نہیں کہ وہ کوزہ لانے والا کہاں چلا گیا۔ ہم بخیر و عافیت مکہ پہنچے۔

دوسری کرامت سمرقند میں اسمٰعیل بن احمد گورنر تھے۔ وہ کہتے ہیں۔ جب میں عدالت میں ملاقات کے لئے بیٹھا، مقدمات کے فیصلے کے لئے بیٹھا تو اچانک حضرت محمد بن نصر دربار میں تشریف لائے۔ میں ان کے علم، زہد اور تقوےٰ کی عظمت کے لئے تعظیماً و احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔ جب وہ تشریف لے گئے تو میرے بھائی اسحاق نے مجھے تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ تو رعیت کے ایک آدمی کے لئے اٹھتا ہے۔ اس طرح کرنے سے اپنی عزت اور وقار میں فرق پڑتا ہے۔ تو جب میں سویا۔ مجھے حضرت رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت نصیب ہوئی اور ایسا معلوم ہوا کہ میرا بھائی اسحٰق بھی میرے ساتھ ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ تم نے شیخ الاسلام عابد اور زاہد محمد بن نصر کا احترام کیا ہے اس لئے تیری عزت اور سلطنت تیرے پاس رہیگی۔ اور تیرے بیٹے بھی عزت و دولت اور سلطنت کے مالک رہیں گے، اور تیرے بھائی اسحاق کا عزت و اقتدار ختم ہوا۔ حضرت محمد بن نصر بانوے برس کی عمر پاکر محرم ۲۹۴ھ میں راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ سمرقند میں آپ کا مزار ہے ص۲۰۳ ج۲

● شیخ الاسلام حافظ الحدیث فقیہ اعظم ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم مالکی اپنے زمانے میں علم فقہ اور علم حدیث میں بے نظیر تھے۔ ۲۰۴ھ میں پیدا ہوئے ۲۹۰ھ ذوالحجہ کے اخیر میں وفات پائی۔ نیشاپور میں ان کا مزار ہے۔ علم اور عمل میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ خراسان کے دولتمندوں اور امیروں نے سات لاکھ روپیہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ نہایت سخی اور صلۂ رحمی کرنے والے تھے (ص۲۰۷ ج۲)

مجنون کون ہے ایک دفعہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک مجلس کے سامنے سے ایک شخص کا گذر ہوا۔ لوگوں نے کہا۔ یہ مجنون اور دیوانہ ہے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجنون اور دیوانہ وہ ہے جو گناہ سرزد ہونے پر اڑا رہے۔ یہ شخص بیمار اور مصیبت زدہ ہے دیوانہ نہیں۔ ص۲۲۵ ج۲۔

● حافظ الحدیث، امام المحدثین حضرت ابو محمد جعفر بن احمد نیشاپور میں امام المحدثین شمار کئے جاتے تھے۔ رات کو اس طرح تقسیم کیا تھا۔ ایک حصہ میں کتب حدیث تالیف کرتے تھے اور دوسرے حصہ میں نوافل اور ذکر اور ذکر الٰہی میں صرف ایک حصہ سوتے تھے۔ عمر بھر یہی معمول رہا۔ صرف تین دن بیمار رہے۔ بیماری کے دنوں میں دن رات قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ ص۲۴۵ ج۲۔

● شیخ خراسان، محدث اعظم، محب رسول الکریم، حافظ الحدیث ابوالعباس محمد بن اسحٰق نیشاپوری ۲۱۶ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے جلیل القدر محدثین نے ان سے منقول احادیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ ایک بہت لمبی سیڑھی ہے۔ میں نے اس پر چڑھنا شروع کر دیا ہے۔ ۹۹ سیڑھیاں ختم کیں۔ مجھے اس خواب کی تعبیر دی گئی کہ آپ ۹۹ برس کی عمر پائیں گے۔ حبّ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ان کے مرتبہ کا اندازہ اس ایک عمل سے کیا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہ ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ثواب پہنچایا اور بارہ ہزار دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانیاں دیں۔ ربیع الآخر ۳۱۲ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ ص۲۶۰ ج۲)

● حافظ الحدیث ابوالآذان عمر بن ابراہیم بغدادی بہت بڑے محدّث تھے۔ اور عبادت میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ابوالآذان ان کا لقب اس لئے ہوا کہ ایک دفعہ ایک یہودی کے ساتھ ان کا مناظرہ ہوا۔ حضرت ابوالآذان نے فرمایا کہ آؤ ہم دونوں آگ جلا کر اپنا اپنا ہاتھ آگ میں رکھ دیں جس کا ہاتھ جل جائے اس کا مذہب جھوٹا سمجھا جائیگا اس کے بعد جب آگ میں ہاتھ رکھے گئے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

علماءِ دین کا مقام

اور ذمہ داریاں

حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور مدظلہم نے یہ تقریر جامعہ مدنیہ لاہور میں ارشاد فرمائی تھی۔ بندہ نے قلمبند کرنے کی پوری کوشش کی ہے مگر پھر بھی بہت سی باتیں رہ گئیں۔ موجودہ تحریر میں جو خامیاں ہوں وہ بندہ کی جانب منسوب کی جائیں (حبیب الرحمان اشرف)

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔
اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم:۔
بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ (پ ۲۳ - ع ۱۵)

محترم حاضرین، علماء و اساتذہ کرام اور طلبہ جامعہ مدنیہ! میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی ہے۔ اس وقت مجھے تین باتیں عرض کرنی ہیں۔ پہلی بات علم دین کا مقام، دوسری علم دین سے متعلق فرائض اور تیسری علم کے فرائض سے کوتاہی کے نقصانات

مقام علم و علماء

علم دین کا مقام اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت میں تین الفاظ ایسے استعمال ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نگاہ میں علم دین کا مقام بہت اونچا ہے۔ قرآن کی عام اصطلاح یہ ہے کہ اہم اعلان شاہی طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ خود ہر حکومت کا یہ دستور ہے کہ ضروری اعلان ایک خاص طریقہ سے کرتی ہے۔ حکومت روزانہ کوئی نہ کوئی کام کرتی رہتی ہے لیکن جب اہم معاملہ ہو مثلاً جنگ، ون یونٹ، قحط وغیرہ تو باقاعدہ اعلان کیا جاتا ہے۔ قرآن بھی مقاصد مہمہ کے متعلق باقاعدہ اور شاہی اعلان لفظ "قُلْ" سے کرتا ہے۔ یہاں بھی اہمیت کے لئے لفظ "قُلْ" سے اعلان فرمایا۔ ارشاد ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ۔

(بتلا دیجئے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ سمجھتے وہی ہیں جو عقل والے ہیں)

علامہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ استفہام انکاری بعض اوقات توبیخ کے لئے ہوتا ہے۔ تو گویا یہاں اللہ تعالےٰ نے ڈانٹ پلائی عالم دین اور غیر عالم دین کو برابر کرنے کو، جو شخص غیر عالم دین کو خواہ گورنر ہو یا بادشاہ، یا یورپ کی یونیورسٹیوں کا سند یافتہ ہو عالم دین کے برابر سمجھے گا وہ حق تعالےٰ کے قہر اور اس ڈانٹ کے نیچے آ جائے گا۔ کیونکہ علم دین کا مقام بہت اونچا ہے جو علم دین نہیں رکھتا ہے وہ خواہ کرۂ ارضی کا واحد بادشاہ کیوں نہ ہو عالم دین سے کم ہے۔ اللہ اپنے کلام عظیم میں کسی کا صرف نام لے لے تب بھی فخر ہے۔ کیونکہ اس کی ذات بہت بلند ہے لیکن یہاں تو عالم دین کی نہایت زوردار تعریف فرمائی ہے۔

تیسری بات جو اس آیت میں بیان ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ باوجودیکہ يَعْلَمُونَ فعل متعدی ہے لیکن اس کا مفعول ذکر نہیں کیا۔ یعنی یہ تو فرما دیا گیا کہ علم رکھتے ہوں لیکن یہ نہیں ذکر کیا گیا کہ کس چیز کا علم رکھتے ہوں۔ کیونکہ بتانا یہ ہے کہ جب علم کا لفظ بولا جاتا ہے تو مفہوم اس کا متعین ہوتا ہے۔ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں جیسے جوتی کا مفہوم متعین ہے کہ پاؤں کے لئے ہوتی ہے اور جیسے ٹوپی کا کہ سر کے لئے ہوتی ہے۔ (یعنی جوتی کے تلفظ کے ساتھ اگر پاؤں کا ذکر نہ بھی کریں تو بھی سمجھ میں آ جاتا ہے کہ اس کا مقام پاؤں ہیں۔ اسی طرح ٹوپی کے تلفظ سے اس کا مفہوم اور مقام یعنی سر لامحالہ سمجھ میں آ جاتا ہے۔ وغیرہ)

اسی طرح علم کا مفہوم بھی متعین ہے یعنی علم دین۔ مطلب یہ ہے کہ علم کا متعلق دین ہے۔ گو علوم دنیویہ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن نے مفعول کو حذف کر کے بتلایا کہ یہ علم دین اتنا متعین ہے کہ ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ جب بھی علم کا لفظ بولا جائیگا تو سب سے پہلے علم دین ہی سمجھا جائیگا اس تعین کی وجہ سے اس کے (یعنی مفہوم علم یا مفعول یعلمون کے) تذکرہ کی حاجت نہیں ـــ دیکھیں! علم دین بھی علم ہے اور علم دنیا بھی علم ہے لیکن جس علم کا معلوم بلند ہوگا وہ علم بھی بلند اور جس کا معلوم پست وہ علم بھی پست ہوتا ہے۔ علم دنیا والے رومیوں کو (یعنی اہل یورپ کو کیونکہ قدیم جغرافیہ میں روم یورپ کا نام ہے۔ مفسرین کی تحقیق یہی بتاتی ہے) خدا تعالیٰ نے قرآن میں لا یعلمون کہا ہے۔ اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے اُسے معلوم تھا کہ یہ ہوا پر اُڑیں گے یہ کریں گے وہ کریں گے لیکن پھر بھی انہیں لا یعلمون (یعنی بے علم) کہا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ ۝ (پ ۲۱ ع ۴)

(یعنی دنیا کی زندگی کی ظاہر باتیں جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں) دنیا کو تو جانتے ہیں لیکن آخرت سے بے خبر ہیں اور آخرت کے مقابلہ میں یہ دنیا صفر ہے۔

یہ بھی غور کریں کہ اگر علم فقط دانستن (جاننا) کا نام ہے پھر تو امورِ مملکت کو جاننے والا وزیراعظم اور ٹٹی کا علم رکھنے والا بھنگی برابر ہیں۔ کیونکہ دانستن میں دونوں شریک ہیں۔ تو کیا کوئی وزیراعظم، بیرسٹر اور ایم اے کے مقابلہ میں کسی بھنگی کو تعلیم یافتہ کہے گا؟ ہرگز نہیں۔ بھائی! علم اگر صرف دانستن کو کہتے ہیں پھر تو سب کو تعلیم یافتہ کہنا چاہئے۔ لیکن چونکہ بھنگی کا معلوم (جو چیز وہ جانتا ہے) پست ہے۔ اسی لئے اس کا علم بھی پست ہے اور اسی لئے کوئی اسے تعلیم یافتہ نہیں کہہ سکتا تو حق تعالےٰ کے نزدیک یہ دنیا پاخانہ سے بھی کم ہے اس لئے دنیا کا علم جاننے سے کوئی عالم نہیں کہلا سکتا

آگے فرمایا۔ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ (یعنی عقل والے ہی اس کو سمجھتے ہیں۔) یہاں حصر کا کلمہ ارشاد فرمایا۔ جب یہ اعلان کر دیا کہ دین کا عالم سب سے اونچا ہے چاہے غیر عالم کرۂ ارضی کا واحد بادشاہ کیوں نہ ہو۔ اب فرماتے ہیں کہ جو عالم دین کو غیر عالم کے برابر سمجھتا ہے وہ بے عقل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن پہلے انبیاء شفاعت کریں گے۔ پھر علماء، پھر شہداء۔ معلوم ہوا کہ عالم دین کا عہدہ بہت بڑا عہدہ ہے۔ اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی عہدہ نہیں کر سکتا —— یہ ہوا مقام علم و مقام علماء۔

عالم کے فرائض
اور ان سے کوتاہی کے نقصانات

ہر عہدہ کے ساتھ فرائض ضرور ہوتے ہیں۔ عہدہ جتنا بڑا ہوتا ہے۔ فرائض اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں —— چپڑاسی کے فرائض سے تحصیلدار کے فرائض زیادہ ہوتے ہیں اور تحصیلدار کے فرائض سے کمشنر کے اور کمشنر کے فرائض سے گورنر کے فرائض زیادہ ہوتے ہیں گویا عہدہ کے مطابق فرائض ہوتے ہیں۔ عالم دین کا عہدہ چونکہ تمام عہدوں سے بڑا ہے اس لئے اس کے فرائض بھی سب سے زیادہ ہیں۔ ارشاد ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ۴ ع ۲) (اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور بُرے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں)

فرمایا جو دعوتِ خیر دے یعنی نیکیاں پھیلائے، برائیاں مٹائے، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ تو عالم بن جانے کے بعد خطیب، استاد، ٹیچر دینیات وغیرہ بن جانے سے فرائض ختم نہیں ہوتے —— بلکہ یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ۔ خطیب خطابت کے علاوہ، ٹیچر ٹیچری کے علاوہ لوگوں کو بھلائی کی دعوت بھی دے۔ عالم جو علم حاصل کرے اُسے اپنے سینہ تک محدود نہ رکھے بلکہ پھیلائے۔ اگر پھیلانے کی سعی کی تو فرض ادا کیا ورنہ اس گورنر یا کمشنر کی طرح ہے جو عہدہ تو بڑا لئے ہوتے ہے لیکن صبح سے شام تک سویا رہتا ہے۔ کام کوئی نہیں کرتا۔ عہدہ سے متعلق فرائض ادا نہیں کرتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے بڑا عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم سے دوسروں کو فائدہ نہ پہنچے۔ ایک طرف اگر عالم دین کو بہت بڑا عہدہ دیا گیا۔ تو دوسری طرف بہت سے فرائض اس کے ذمہ لگا دئے گئے اگر ان فرائض کو بجا لایا۔ تو یہ علم سراپا منفعت ہے ورنہ سراپا مضرت ہے۔

خداوند کریم نے عالم کو بہت بڑا عہدہ اور عزت دی ہے جس کی قدر کرنی چاہیے۔ اگر آپ کہیں کہ آج کل تو کوئی عزت نہیں۔ آج کل اگر عزت ہے تو گورنروں یا ارباب دولت کی ہے —— تو یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ کی نظر میں عالم دین ہی عزیز ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ (تم میں بہتر وہ ہے جو سیکھے قرآن مجید اور سکھائے) حدیث "خیریت" کا مقام ذکر ہے۔ اس میں معلم سے متعلم کو مقدم رکھا ہے یا تو اس لئے کہ تعلّم (یعنی سیکھنا) پہلے ہوتا ہے تعلیم (یعنی سکھانا) بعد میں اور یا اس لئے کہ متعلم کو اکثر سفر کرنا پڑتا ہے۔ معلّم کو نہیں۔ معلّم تنخواہ پاتا ہے متعلم نہیں پاتا۔ معلّم کو اور بھی، بہت سی ایسی سہولتیں میسر ہوتی ہیں جو متعلم کو میسر نہیں ہوتیں۔ اس لئے متعلم کی تکالیف کے پیشِ نظر خیریت کے مقام میں اس کو مقدم فرمایا۔

لطیفہ ایک دفعہ مجھ سے کسی نے پوچھا کہ تم کہتے ہو کہ عالم دین کی بہت عزت ہے لیکن ایسا نہیں۔ آج کل ان کی کوئی عزت نہیں۔ میں نے کہا کس کے ہاں عزت نہیں خدا کے ہاں یا لوگوں کے ہاں؟ اس نے کہا۔ لوگوں کے ہاں۔

اس زمانہ میں لیاقت علی خاں وزیر اعظم تھے۔ میں نے جواب میں کہا کہ ایک آدمی ہے اس کی لیاقت علی خاں کے ہاں تو بڑی عزت ہے مگر "رام کلا" کے دل میں اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں —— (رام کلا اس زمانہ میں میرے بنگلے کی صفائی کرتا تھا) بتاؤ وہ شخص عزت والا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا وہ شخص یقیناً عزت والا ہے جس کی عزت لیاقت علیخان کرتا ہے بھلا وہ کیسے صاحب عزت نہیں ہوگا۔ ہزار رام کلے ذلیل سمجھیں جب لیاقت علی خان کے ہاں اس کی عزت ہے تو رام کلا کون ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ دنیا کا بڑے سے بڑا انسان اللہ کے ہاں رام کلا سے بھی کم ہے۔ رام کلا پھر بھی لیاقت علی خاں کے ساتھ انسانیت میں شریک ہے کیونکہ انسانی صفات دونوں میں پائی جاتی ہیں۔ تو جب وہ آدمی ذلیل نہیں جس کی عزت لیاقت علی خان کرتا ہے تو وہ کیسے ذلیل اور بے عزت ہو سکتا ہے جس کی خدا کے ہاں عزت ہو ——

ایک دفعہ کوئٹہ کی ایک مسجد میں والئ قلات نے مجھ سے کہا۔ کہ علماء کی کوئی عزت نہیں ہے کیا وجہ ہے؟ میں ابھی جواب دینے بھی نہ پایا تھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک عورت نے مجھ سے کہا۔ مولوی صاحب! میرے اس لڑکے کو دَم کر دو۔ اور ہاتھ پھیرو۔ یہ بیمار ہے۔ والئ قلات کھڑے دیکھتے رہے میں نے دَم کرکے کہا۔ کہ خدا نے آپ کے سوال کا جواب مجھ سے پہلے دے دیا۔ میں پشاور کا ہوں یہاں کا رہنے والا نہیں۔ یہ عورت بھی بلوچ ہے اور آپ بھی بلوچ ہیں، ہے بھی آپ کی رعایا۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ اس نے آپ سے ہاتھ پھیرنے کو نہیں کہا اور مجھ سے کہہ دیا؟ کیا میرے ہاتھ سونے کے اور آپ کے چاندی کے ہیں۔ دیکھئے! اس عورت نے مجھے اہل علم میں سے سمجھا۔ علم کی عزت اس کے دل میں تھی۔ اس لئے مجھ سے کہا اور آپ سے نہ کہا۔ اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے۔ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ (پ ۲۸ ع ۲) (تم میں اللہ ایمانداروں کے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا ہے درجے بلند کرے گا)

علم کی عزت رہے گی یہ قدر و منزلت رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔ غریب مولوی جس کے پاس پاؤ بھر آٹا بھی نہیں ہوتا لوگ اس کے پاس تو برکت کے لئے ہاتھ پھروانے آتے ہیں لیکن وائسرائے وغیرہ کے پاس نہیں جاتے۔ کیوں؟ ——

اس لئے کہ خدا نے علماء کو خاص ہی عزت دی ہے۔

تکالیف علم دین کے ساتھ ساتھ تکالیف بھی ہوتی ہیں۔ یہ وراثتِ نبوّت ہے۔ آپ تو ماشاء اللہ پھر بھی اچھے ہیں۔ گذشتہ علماء کرام نے تو بہت زیادہ تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ ابو حیان توحیدی سلمان کے شاگرد تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں۔ کہ فارابی اور ابن سینا سے ان کا علمی مقام بلند تھا۔ وہ اپنے استاد کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ ان کو ایک رائی کی بھی استطاعت نہیں تھی۔ لُغت کے سب سے بڑے امام خلیل ابن احمد جس جگہ پڑھاتے تھے۔ جب اس جگہ سے ہجرت کرنے لگے تو شاگرد بہت پریشان ہوئے۔ استاد نے کہا۔ کاش دن رات میں اگر آدھ سیر باقلا (باقلہ) بھی ملتا۔ تو کبھی نہ جاتا۔ لیکن نہ مجھ میں قوت ہے اور نہ تم تین سو شاگردوں میں یہ قدرت ہے کہ آدھ سیر باقلا کہیں سے لے آیا کرو۔ ایک بات یہ بھی بتا دوں کہ ناواقف لوگوں کے اعتراضات سے ہرگز تنگ نہ ہونا چاہیئے۔ ایسا ہوتا ہی رہا ہے۔

امام رازی جو بہت بڑے امام بھی تھے اور بہت بڑے دولت مند بھی — جنہوں نے شہاب الدین غوری کو اسّی لاکھ روپے دئے تھے۔ گویا علم کی دولت بھی تھی اور ظاہری یعنی دنیاوی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ وہ جب منبر پر خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو لوگ پرچیوں پر مختلف قسم کے اعتراضات لکھ کر پیش کرتے۔ آپ ان سب پرچیوں کو پڑھتے لیکن ان کا جواب نہ دیتے۔ جواب میں صرف ایک شعر کہہ دیا کرتے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے اس کی قدر نہیں ہوتی۔ جب مر جاتا ہے پھر یاد کرتے ہیں اور روتے ہیں"

میرے عزیز طلبہ! کسی کی ترشروئی سے ہرگز نہ ڈریں۔ لوگوں کے اعتراضات کی پرواہ نہ کریں۔ علم کو سیکھیں، پھیلائیں لوگوں کو عمل کرائیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے رہیں۔ یاد رکھو، عمل کے بغیر علم وبال ہے۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ — میں ایک دفعہ دیوبند گیا وہاں حضرت حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر مہمان ہوا۔ حضرت مدنیؒ خود گھر نہیں تھے۔ میں رات کو ایک کمرے میں سویا ہوا تھا۔ کروٹ جو بدلی تو آنکھ کھلی۔ دیکھا تو مولانا مدنیؒ ایک چٹائی پر جو میری چارپائی کے بالکل قریب تھی لیٹے ہوئے تھے۔ سر کے نیچے اینٹ رکھی تھی۔ مجھے بہت شرم آئی۔ خیال کیا کہ حضرت کو اب جگانا مناسب نہیں ہے۔ ذرا دیر ہوئی تو دیکھا کہ حضرت مدنیؒ نوافل میں مشغول ہیں۔ صبح ہوئی تو پوچھا کہ حضرت! یہ کیا غضب کیا۔ نیچے کیوں آرام فرمانے لگے۔ مجھے اٹھایا کیوں نہیں۔ فرمایا یہ اکرام ضیف (مہمان) ہے۔ کیا آپ نے یہ حدیث نہیں پڑھی۔ من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلیکرم ضیفہ (جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو لازم ہے کہ مہمان کی عزت کرے) دیکھئے! آج مولوی پڑھتے تو نہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ (ہائے مدنی مدنی تھے رحمۃ اللہ علیہ) میں اپنے ساتھ کوئٹہ کے عمدہ انگور ایک من کے قریب لے گیا تھا۔ وہ حضرتؒ نے حاضرین مجلس میں تقسیم کر ڈالے۔ گھر سے خادمہ آئی — کہنے لگی۔ سنا ہے افغانی صاحب انگور لائے ہیں گھر کے لئے بھی دے دیجئے — فرمایا۔ اب آگئی ہو وہ تو تقسیم بھی ہو گئے۔ پھر روٹی کھانے کا وقت آیا تو ہاتھ دھلانے کے لئے خود لوٹا اُٹھایا۔ میں نے عرض کیا حضرت! یہ کیا کر رہے ہیں میں خود دھو لوں گا مگر وہ دھلانے پر مُصر رہے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ جناب اس لڑائی سے کیا فائدہ؟ میری طبیعت مکدّر ہو گی، طبیعت پہ بوجھ رہے گا، کیا یہی اکرام ضیف ہے۔ اکرام ضیف تو یہ ہے کہ بوجھ نہ پڑے۔ فرمایا۔ شرعی حکم میں بوجھ ہو تو رہے۔ شرعی حکم اکرام ہے وہ بہر حال بجا لاؤں گا خواہ بوجھ ہو یا نہ ہو — پھر میں نے کہا کہ رات حضرت نے آرام تو کیا ہی نہیں۔ فرمایا صرف آج رات نہیں گذشتہ نو راتوں میں ایک لمحہ بھی نہیں سو سکا۔ (واہ مدنی! تجھ پر خدا کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں)

اللہ تعالےٰ ہمیں ایسے نیک لوگوں کے نقش قدم پر چلائے۔ اللہ تعالےٰ اس جامعہ مدنیہ کو ترقی عطا فرمائے (جو ان کے خلیفہ مولانا سید حامد میاں صاحب کے زیر اہتمام چل رہا ہے) اللہ آپ کے علم میں برکت دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بقیہ: صلحاءِ امّت کے عملی کارنامے

تو یہودی کا ہاتھ جل کر راکھ ہو گیا مگر ان کے ہاتھ پر آگ کا کچھ اثر نہ ہوا آپ مؤذن بھی تھے۔ تریسٹھ برس کی عمر پا کر ۲۹۰ھ میں وفات پائی۔ تذکرہ ص ۲۸۰ ج ۲

علم کا اٹھنا اور جہل کا اترنا

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم سینوں سے نہیں اٹھے گا بلکہ محقق علماء کرام کی موت سے دین کا علم دنیا سے غائب ہو جائے گا جب علماء کرام نہ رہیں گے تو لوگ جاہل رئیسوں کو اپنا مقتدا بنا لیں گے اور پھر ان سے دین کے مسائل پوچھیں گے۔ وہ دین سے بے بہرہ اور ناواقف ہونے کی وجہ سے انہیں اپنے دل کی باتیں بتلائیں گے وہ خود تو گمراہ تھے ہی اس طرح دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے تذکرہ ص ۲۸۶ ج ۲

بے علم اور جاہل میں فرق جو انسان کچھ نہیں جانتا وہ بے علم ہے۔ اور جاہل اسے کہتے ہیں کہ جس نے تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف اور دوسرے دینی علوم علماء کرام کے پاس دینی مدارس میں نہیں پڑھے۔ بلکہ صرف اپنی سمجھ بوجھ اور مطالعہ سے کچھ معلومات جمع کر لیں اور پھر اسی ذخیرہ کو دین کہہ کر لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ موجودہ دور میں شہر اور دیہات میں پچانوے فیصد خطیب ایسے ہی ہیں۔

● حافظ حدیث زاہد اعظم حضرت ابو عبداللہ محمد بن منیب نیشاپوری جو اپنے زمانہ کے عظیم ترین محدّث اور بہت بڑے عابد تھے۔ حبّ رسولؐ میں ان کا یہ عالم تھا کہ جب بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکرِ خیر فرماتے تو بے اختیار رو دیا کرتے تھے۔ ایک لاکھ احادیث ان کو یاد تھیں۔ حبّ رسولؐ اور بہت زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی دونوں آنکھوں کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔

(تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱ ج ۳) باقی آئندہ

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

منعقدہ ۲۶ر مارچ ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

زمخشری بہت بڑے گذرے ہیں مفسر قرآن کے۔ بڑھاپے میں وہ بچارے لنگڑے ہو گئے تھے۔ ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ ایک دن فرمانے لگے "یہ میری ماں کی دعاؤں کا اثر ہے" شاگرد نے پوچھا "حضرت! یہ کیسے؟ فرمایا "میں بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا۔ بچے تھے۔ عالم بھی تو بچے ہی ہوتے ہیں نا۔ میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا۔ تو میری ماں نے مجھے روکا کہ بیٹا یہ کام نہ کیا کرو۔ میں نے ماں کی یہ بات نہ مانی تو ماں نے دکھ کر کہا، کہ جن ٹانگوں کے ساتھ تو چڑیوں کے پیچھے پھرتا ہے، اللہ کرے تیری ٹانگیں ٹوٹ جائیں تو اُس وقت تو نہ ٹوٹیں، اب بوڑھا ہو گیا تو ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ماں کی بدعا بہر حال کارگر ہوئی" یعنی ماں کی بدعا خالی نہیں جاتی اور نہ ماں کی دعا خالی جاتی ہے یاد رکھیئے — تو ماں کا دل دُکھا — یہ سب درس قرآن ہے — ماں کا دل دُکھا تو ماں نے کہا کہ او عابد، زاہد، صوفی صاحب! اللہ کرے تجھے موت سے پہلے، کوئی ملامت لگ جائے، چنانچہ یہی بات ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد ایک بچی کے ہاں بچہ پیدا ہوا، لڑکی غیر شادی شدہ تھی۔ تو اس نے جا کر قوم سے کہہ دیا، کہ یہ اس پادری کا بچہ ہے حالانکہ وہ پادری کا بچہ نہ تھا۔ اب پادری کو ان لوگوں نے پکڑا۔ اور اس کا جو تھا گرجہ درجہ وہ توڑ دیا۔ خانقاہ توڑ دی، سب لوگ اکٹھے ہوئے فیصلہ کرنے کے لئے، پوچھتے ہیں۔ وہ کہتا ہے "اللہ کے بندو! یہ لڑکی جھوٹ کہتی ہے، میں اس فعل کا مرتکب نہیں ہوں۔ اب وہ کہتے ہیں، تم غلط کہتے ہو، یہ کہتی ہے، تم غلط کہتے ہو۔ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ٥

میں بات عرض کر رہا ہوں، سارا زمانہ مخالف ہو جائے۔ اللہ کا دامن نہ چھوٹے۔ اللہ تعالیٰ برأت پیدا فرما دیتے ہیں، جن لوگوں کا تعلق خداوند تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے وہ دنیا میں بھی نجات پا جاتے ہیں اور قیامت بھی بہتر ہو جاتی ہے۔

تو وہ دعا کرتے ہیں کہ "اے رب العالمین! تو جانتا ہے کہ میں اس فعل سے بری ہوں، میں گنگار ہوں یا اللہ! اب یہ مجھے چھوڑتے نہیں، یہ تو مجھے مار ڈالیں گے۔ اور مرنا تو جو کچھ ہے، اس ملامت میں نہیں مرنا چاہیئے، اللہ! میں نے جو ماں کی بے ادبی کی۔ ماں کے بُلانے پر نہیں گیا۔ اللہ! میں معافی چاہتا ہوں، تو میرے گناہوں کو معاف فرما۔ اور اللہ! مجھے اس ملامت سے بچا" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، حدیثوں میں ہے، "آپ فرماتے ہیں کہ وہ بچہ، جو چھوٹا بچہ ہے۔ وہ بول پڑا۔ اُس نے کہا "میرا باپ پادری نہیں، راہب نہیں بلکہ میرا باپ فلاں آدمی ہے، جو بکریاں چرانے والا ہے" چھوٹا بچہ بول پڑا۔ اس گود میں بولا۔ بچے نے برأت ظاہر کر دی، عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ٥ جو لوگ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اُن کی اللہ تعالیٰ ہر میدان میں مشکلیں آسان فرماتا ہے۔ لیکن، رب پر بھروسہ کرنے کی قوت کب پیدا ہوتی ہے؟ جب اللہ کا ذکر ہو۔ اللہ کے ذکر کے ساتھ بدن میں ایسی قوت پیدا ہو جائے۔ کہ جونہی اللہ تعالیٰ کی بات سُنے، ایمان بڑھتا چلا جائے، تو جب وہ رب کا ہو گیا۔ مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ جو اللہ کا ہو جائے۔ بھائی اللہ تو اس کے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو بڑے غیور ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ پھر اللہ اس کے نگہبان نہ ہوں گے؟ اللہ اس کے محافظ اور نگران نہ ہوں گے۔؟

اس کے بعد فرمایا۔ کہ جب رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تو یہ تو عقیدے کی بات ہے۔ ذکر کے ساتھ دل کا منور ہو جانا آیات قرآنیہ کو سن کر ایمان کا بڑھنا اور اپنے رب پہ بھروسہ رکھنا۔ اب اس کی علامتیں کیا ہیں؟ عملی میدان میں کیا علامت ہے۔؟ فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ وہ لوگ جو قائم کرتے ہیں نماز کو۔ پھر وہ بات نماز کی آ گئی۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ قرآن میں نماز کا بہت حکم ہے۔ اِقَامَتِ الصلوٰةِ کیونکہ خدا کے ساتھ جب محبت ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ کو کہاں پائے گا؟ امام الانبیاء فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جب انسان سجدے میں جاتا ہے۔ تو رب کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ اپنے رب کا قُرب کس میں ہے؟ سجدے میں — قرآن کی ایک آیت ہے، میں پڑھتا نہیں، کیونکہ اس کے پڑھنے سے سجدۂ تلاوت لازم ہو جاتا ہے۔ وہاں پر فرمایا کہ تو سجدہ کر۔ رب کے قریب ہو جا۔ اور سجدہ کہاں ہے؟ نماز میں۔ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔

چوتھی علامت کیا ہے اُن کی؟ وہ لوگ قائم کرتے ہیں نماز کو، نماز کو رواج دیتے ہیں۔ خود پڑھتے ہیں، بیوی بچے پڑھتے ہیں، ملازم پڑھتے ہیں، چھوٹے پڑھتے ہیں، بڑے پڑھتے ہیں۔ نماز کو رواج دیتے ہیں۔ نماز کو کھڑا کرتے ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ اور ہر اُس چیز سے جو ہم نے انہیں دی، ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ آگے جہاد کا مسئلہ آ رہا ہے۔ اس لئے یہاں پر انفاق فی سبیل اللہ کو بھی بیان فرما دیا۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ ہر اُس چیز سے جو ہم نے اُن کو دی، ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس پر سورۃ بقرہ میں بہت کچھ عرض کر چکا ہوں۔ بلکہ سورۃ فاتحہ کے درس میں بھی آ چکا ہے۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط نتیجہ نکالا ان باتوں کے پیروکار، ان باتوں کے عمل کرنے والے، عقیدے اور عمل کی زندگی میں اپنے آپ کو منور کرنے والے۔ یہ کون لوگ ہیں! پہلے فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط حصر کا کلمہ فرمایا۔ نتیجہ نکالا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ یہ یقینی طور پر ایماندار ہیں۔ ان کو یقین کر لینا چاہیئے کہ یہ ایمان حاصل کر چکے ہیں۔ اپنے خاتمے کی بہتری کی رب سے دعا مانگتے رہیں۔ کیونکہ نبی کے بغیر ہر ایک انسان کا ایمان خطرے ہی میں رہتا ہے۔ جب تک خاتمہ با ایمان نہ ہو جائے اس وقت تک مسرتِ کامل حاصل نہیں ہو سکتی۔ یقین ہو سکتا ہے، خوشی ہو سکتی ہے، لیکن یہ کہ جاتے جاتے کیا بن جائے؟ یہ پتہ تب چلتا ہے جب انسان مرنے لگے۔ اور فرشتے

آ کر کہہ دیں یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ ۝ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ پھر یقین کرے کہ جنت میں پہنچ گیا آخری بات ٹھیک ہو گئی (اللہ میرا آپ کا خاتمہ ایمان پر فرمائے)

تو فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط یہ یقینی طور پر مومن ہیں۔ ان کو یقین کر لینا چاہیئے کہ ہم ایماندار ہیں۔ اور اپنے خاتمے کی بہتری کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہیں۔ ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۝ حق یہاں پر ہے۔ اَن مٹ کے معنے میں یہ مومن ہیں حقیقت کے اعتبار سے۔ اب ان کا ایمان سلب نہیں ہو گا۔ جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو گا۔ جب دل اللہ کے ساتھ متعلق ہو گیا، دل کی دنیا بدل گئی۔ تو اب یہ کیا ہیں؟ یہ مومن ہیں۔ حَقًّا کا معنیٰ؛ ان مٹ مومن ہیں۔ ان کے اندر ایمان راسخ ہو چکا ہے حقیقت کے اعتبار سے، اب یہ ایمان نکلے گا نہیں، ان کے دل سے، کیونکہ، دل جب اللہ کے ذکر سے منور ہو جائے تو وہ پھر مومن بن جاتا ہے، آگے آ جائے گا انشاء اللہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اعراب آتے ہیں۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ط — اعراب (بدو) آ کر کہتے ہیں کہ "اللہ کے نبیؐ! ہم ایمان لے آئے" اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں آپؐ سے کہ "میرے حبیبؐ! ان سے کہہ دیجئے لَمْ تُؤْمِنُوْا — تم ابھی تک ایمان نہیں لائے، بلکہ تم کہو وہ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا — ہم اسلام لے آئے" ایمان کب بنے گا؟ وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ط ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں راسخ نہیں ہو چکا، تو جب ایمان دل میں راسخ ہو جائے بھائی! تو دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ دل کی دنیا بدل گئی تو اعمال بدل گئے، اور جب اعمال بدل گئے تو اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط ——— ٹھیک ہے۔ اپنی جگہ پر یہ معنیٰ بھی درست ہے۔

حافظ سراج الدین، چودھوان

اسلام کامل

ہجری کے نویں سال آفتاب اسلام نے افق حجاز سے طلوع ہو کر اپنی مقدس شعاعوں سے دنیا کے ہر گوشہ کو جگمگا دیا تھا، اور ہر قسم کی تاریکیوں اور گمراہیوں کو فنا و معدوم کر دیا تھا۔

ریگستان حجاز میں اسلام کا ظہور ہوا، جبل ابو قبیس کی گھاٹیوں سے توحید کی صدائے دلنواز اُٹھی، جو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک خدائے واحد القہار کی وحدانیت سناتی چلی گئی، جو شخص اس صدائے دلنواز میں اخوت اتحاد کا نشر و اعلان سُنتا تھا، وہ سب کچھ بھول کر اس چشمۂ اسلام سے سیراب ہونے کے لئے بیتاب ہو جاتا تھا، اور ایک دوسرے انسانی بھائی سے رنج و راحت میں شریک ہو جاتا تھا۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ۔

یہی وہ مبارک رشتہ ہے، جو چین کے ایک مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے اور ایک بدوی عرب کے مقابل افغانستان کے تاجدار سے ایک ہندوستان کے نو مسلم کو مکہ معظمہ کے صحیح النسب قریشی سے وابستہ کر دیتا ہے، دنیا میں کوئی طاقت نہیں، جو اس رشتہ کو توڑ سکے — اور اس رسی کو کاٹ سکے، جس خدا کے ہاتھوں پرستارانِ توحید کے دلوں کو نہایت مضبوطی کے ساتھ جکڑ دیا ہے —

چنانچہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے اس رشتہ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے:—

"مسلمانوں کی مثال باہمی مودت و مرحمت اور محبت و ہمدردی میں ایسی ہے، جیسے ایک جسم کی، اگر اس کے عضو میں کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے، تو سارا جسم اس تکلیف میں شریک ہو جاتا ہے۔ نیز ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے جیسے کسی دیوار کی اینٹیں، کہ ایک اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے —"

یہی صفت مذہب اسلام میں بھی ہے، یعنی اسلام کی دعوت اس آفتاب مادی کی طرح ایک روحانی آفتاب کی مانند ہے، جب آفتاب نکلتا ہے تو اس کی روشنی اور حرارت میں نزدیک اور اعلیٰ و ادنیٰ، سیاہ و سفید امیر و غریب، دوست و دشمن کی تمیز نہیں ہوتی۔ آفتاب کی روشنی بلا کسی قسم کی خصوصیت اور بغیر کسی تمیز کے ہر مقام ہر مکان اور ہر شے پر جلوہ فگن ہوتی ہے، بعینہ یہی حال آفتاب اسلام کا ہے، جو کوہ سعیر سے نکلا، اور فاران کی چوٹی پر نمودار ہوا، جس کی کرنوں میں دہنی جانب شریعت الٰہی کا نور کتاب مبین تھی۔ اور بائیں جانب قیام عدل و میزان کی شمشیر آبدار چمک رہی تھی، طلوع نے کائنات کی ظلمت کو شکست دی اور اسلام کی روشنی سے آسمانِ دنیا کے گرد آلود سینکڑوں تارے ماند پڑ گئے۔

وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰی وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓی۔

ترجمہ:۔ رات کی قسم جبکہ اس کی تاریکی کائنات کی تمام اشیاء کو چھپا دیتی ہے، اور روز روشن کی قسم جبکہ آفتاب تجلیٰ تمام کائنات کو روشن کر دیتی ہے —

در اصل خالق اکبر نے تخلیق عالم کے لئے نر اور مادہ کا وسیلہ پیدا کیا، اس آفتاب توحید کے طلوع ہوتے ہی تفریق و انشقاق کی تمام تاریکیاں مٹ گئیں، اس کی فیض بخش روشنی نے اسود البیض عرب و عجم میں کوئی تمیز نہ رکھی، خداوند عالم کی ربوبیت کی طرح اس کی رحمت بھی عام تھی، وہ رب العالمین تھا۔ اس لئے ضروری تھا، کہ اس کی راہ کی طرف دعوت دینے والا، ہادی اسلام بھی رحمۃ العالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ، یہ خداوند کریم کا ارشاد ہے۔ (یعنی) اے پیغمبر! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کے لئے رحمت قرار دے کر —

لہٰذا اس رحمۃ العالمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین عرب سے جلوہ افروز ہو کر اپنی رحمت و شفقت سے ساری دنیا کو ہر قسم کی ضلالتوں اور خباثتوں سے جب پاک و صاف کر دیا، تو خداوند کریم کی طرف

(باقی ص۱۶ پر)

پیاسی دنیا کو روحانیت کا پانی پلاؤ

"علمائے حق کا شاندار ماضی" و دیگر مقبول عام کتب کے مصنف حضرت مولانا حامد میاں صاحب امیر جامعہ مدنیہ لاہور کے والد بزرگوار حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی مدظلہٗ مفتی و شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی بھارت سے چند روز کے لئے لاہور تشریف لائے ہوئے تھے تو حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہٗ امیر انجمن خدام الدین کی دعوت پر آپ ۱۹ ر نومبر ۱۹۶۷ء مطابق ۱۶ ر شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ بروز اتوار بعد از نماز عشاء خلفائے شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی کانفرنس میں تشریف لائے۔ کھانے سے قبل آپ نے خلفائے کرام سے جو خطاب فرمایا۔ اس کو احقر نے قلمبند کر لیا اور مضمون ہذا کی شکل میں پیشِ خدمت ہے۔ (محمد عثمان غنی)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم:

اَمَّا بَعْد!

میرے بزرگو! حکم ہوا ہے کہ کچھ عرض کروں۔ ایک ارشاد کی تعمیل ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ حضرات ایک منزل پر چل رہے ہیں اور الحمدللہ ایک مرحلہ طے کر چکے ہیں۔ خلافت معمولی چیز نہیں ہے۔ یہ شرف آپ حضرات کو حاصل ہے۔ جس کا معنٰی یہ ہے کہ شیخ نے اشارہ کر دیا کہ آپ سیدھے راستے پر چل رہے ہیں۔ آپ کا رُخ صحیح ہے، آپ دوسروں کو بھی اس راہ پر چلا سکتے ہیں۔ سند آپ کے پاس ہے۔ آپ سب صاحبان میرے لئے واجب الاحترام ہیں۔ میری حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ نہ میں سیاسی ہوں نہ مولوی ہوں، نہ مفتی۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ تو اب ایسی صورت میں کیا کہوں؟ کس منہ سے عرض کروں؟

ہندوستان میں ایک صاحب فرمانے لگے کہ جب تم پاکستان پہنچ گئے تو نامہ نگار آئیں گے اور بڑے سوالات کریں گے۔ میں نے کہا کوئی نہیں آئے گا، نہ ہی میں جواب دوں گا کیونکہ میرے ساتھ کوئی ٹائیٹل نہیں ہے۔ اسی طرح آپ حضرات سمجھ لیں جس کے پاس کوئی ٹائیٹل ہی نہیں وہ کیا کہہ سکتا ہے؟ ہاں ایک چیز ہے جو عرض کی جا سکتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ "جو موجود ہے اُس کے فتنوں میں ابتلاء کا امکان ہے اور جو دنیا سے رخصت ہو گئے وہ لائق اتباع ہیں۔ خدا جانے کس کا کیا حشر ہو۔ انجام بخیر ہونا چاہیئے۔ لہٰذا اُن حضرات کے رستے پر چلو جو ایمان سلامت لے گئے۔ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ۔

ان اہلِ حق کا اتباع گویا ضمانت ہے اور اس سے اطمینان ہو سکتا ہے کہ میں صحیح راستے پر ہوں۔ حدیث میں ہے (اور غالباً عمر فاروق رضی اللہ عنہ راوی ہیں) کہ ایک جنازہ گذرا اور لوگوں نے اس کی تعریف کی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَجَبَتْ۔ پھر ایک اور جنازہ گذرا تو لوگوں نے اس کی برائی کی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ وَجَبَتْ۔ پوچھنے پر فرمایا۔ پہلے پر جنّت واجب ہوئی اور دوسرے پر جہنّم۔ فرمایا جو شخص مر جائے اور تین مسلمان اس کے متعلق شہادت دیں اُس پر جنّت واجب ہو جاتی ہے۔ عرض کیا اگر دو مسلمان شہادت دیں تو؟ فرمایا۔ دو دیں تب بھی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہاں تک فرمایا کہ اگر ایک مسلمان بھی جذبۂ قلبی کے ساتھ کسی کے متعلق شہادت دے دے تو اس پر جنّت واجب ہو جاتی ہے۔ زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔

جن بزرگانِ دین کو ہم اپنے اکابر میں سے سمجھتے ہیں اہل اللہ تھے اور صاحبِ عظمت تھے۔ ہم شہادت دیں گے اور یہ شہادت صحیح ہے۔ جن کے بارے میں ہمارے قلوب اجازت دیتے ہیں کہ یہ صحیح ہیں تو ان کے اتباع کو لازم کر لینا چاہیئے۔ اکابر نے ایک راستہ قائم کر دیا۔ اصاغر اور اخلاف کا فرض ہے کہ اس کی منتہا تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چیز قائم کی اور ایک امتیازی چیز قائم کی کہ یوں تو مدارس بہت ہیں، بڑے دارالعلوم ہیں (جنہیں یونیورسٹیاں کہہ لیں) مگر وہ سب اس چیز کے محتاج تھے۔ جو حضرت مولاناؒ کے پاس تھی اس لئے وہاں سے سیرابی حاصل کرنے کے بعد بھی تشنگی محسوس کرتے تھے۔ یہاں آ کر سیرابی ملتی تھی وہ کیا تھا؟ وہ قرآن پاک سے تعلق تھا وہ اس کے رموز کو پہچانتے تھے، اور سکھلاتے تھے۔ یہ بہت لمبا کام ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عمریں صرف کر دیں ایک سورت ختم نہ ہوئی۔ جملہ رموز کو پہچان لیا جائے تو بڑی بات ہے۔ حضرت مولاناؒ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ قرآنِ پاک کی وہ چیزیں پیش کر دیا کرتے تھے۔ کہ جن سے طالب علم کے اندر سوال کا مادہ پیدا ہوتا تھا۔ سوال کا پیدا کرنا، سوال کا صحیح قائم کرنا بھی ایک علم ہے اور جب سوال قائم ہوتا ہے تو پھر صحیح جواب ملتا ہے اور تشفی ہوتی ہے۔ حضرت مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہونے سے یہ فائدہ ہوتا تھا کہ کتاب اللہ کے اندر سوال قائم کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی تھی۔ پھر صحیح جواب ملتا تھا اور اس سے تشفی ہوتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تعلق بالقرآن بڑی اہم چیز ہے۔ اور ہم پر یہ فریضہ ہے کہ ہم قرآن کے ساتھ تعلق پیدا کریں۔ لوگوں کو دعوت الی القرآن دیں اور ان کو اسی کی تعلیمات کی طرف متوجہ کریں۔

حضور رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجے گئے۔ کیا مطلب؟ تمام عالموں کے واسطے رحمت، کوئی عالم مخصوص نہیں تھا۔ ہر ایک عالم کے لئے آپ رحمت تھے۔ آپ کی دعوت رحمت ہے جو ہر خاص و عام تک پہنچنی چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوت پہنچائی اپنے زمانے میں اور پھر یہ فریضہ حوالے کر دیا گیا اُمّت کے۔ اس کا کام ہے پہنچانا۔ بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً اور قرآن میں فرمایا وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ یعنی

پوچھا جائے گا کہ تجھے بات پہنچی کہ نہیں پہنچی؟ کہیئے کہ جی ہاں پہنچی۔ فرضِ منصبی کا ہمیں احساس کرنا لازم ہے۔ حضرتؒ کا کام جو ہے اُس کا پھیلاؤ بہت ہے اور یہ چیز ایک کونے میں بند کوٹھڑی میں شروع ہوئی تھی۔ مولانا احمد علی صاحبؒ نے بند کوٹھڑی سے لے کر کم از کم ہندوستان کی حدود تک تو پہنچا دیا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب جزائے اعمال کا وقت ہو گا تو اللہ تعالےٰ اپنے بندے سے فرمائیں گے کہ میں بیمار ہوا تو نے میری خبر لی؟ اے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا دیا؟ (حالانکہ رزّاق ذوالقوۃِ المتین خود اللہ تعالےٰ ہے)۔ بندہ عرض کرے گا یا اللہ آپ کب میرے پاس آئے تھے؟ فرمادیں گے فلاں بھوکا تھا اگر تم اس کو کھلاتے تو میری رضا حاصل کر لیتے۔

مجھے خیال ہوا کہ اس حدیث کے مصداق وہ اہلِ علم اور وہ عوام بھی ہیں جو فی الواقع راہِ حق کے متلاشی ہیں مگر ان کو صحیح رہنما نہیں ملتے۔

میرے ایک عزیز مولانا منصور انصاری محمد میاں منصور انصاری کے پوتے) ہیں۔ انگریزی پڑھی ہے، ایم اے کیا، پروفیسر ہیں ولایت گئے تو وہاں سے تحریر کیا کہ ریشمی خطوط کی تحریریں لندن کی متفرق جگہوں پر محفوظ ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ان کو مرتب کروں۔ دوسرے انہوں نے لکھا کہ یہاں پر اسکالر ہیں جو یہودی بھی ہیں اور نصاریٰ بھی۔ وہ لوگ قرآن پاک اور احادیث کے سمجھنے میں لگے ہوئے ہیں مگر اُن کا منشا کوئی اچھا نہیں ہے۔ منشا یہ ہے کہ کھود کرید کر کے معائب نکالیں لیکن آج ہم سینکڑوں کو دیکھ رہے ہیں کہ ریسرچ کر رہے ہیں مگر ہمیں افسوس یہ ہے کہ ہم میں کوئی ہی شاید ہو گا جو یہودیت اور عیسائیت کی ریسرچ کر رہا ہو۔ آپ جانتے ہیں یہ ریسرچ کیوں لوگ کر رہے ہیں؟ اس لیئے کہ دنیا کو اقتصادیات اور معاشیات کے اندر اطمینان میسّر نہیں ہے۔ اطمینان صرف اسلام کے نظامِ حیات میں ہے۔ جس کے سمجھانے کے لئے قرآن کریم کا بہتر انداز میں کہ مخاطب سمجھ سکیں پیش کرنا ضروری ہے۔

مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے تھے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے جو دولت میسّر آئی ہے وہ اطمینان ہے۔ فیثا غورث، افلاطون وغیرہ فلسفیوں نے دماغی کاوشوں کی انتہا کر دی مگر اس میں اطمینان نہیں ہے۔ کسی فلسفی سے پوچھا جائے کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اس پر آپ کو یقین ہے؟ وہ آخر کار یہی کہے گا کہ یقین نہیں ہے۔ دولتِ یقین اللہ ہی کی بتلائی ہوئی باتوں میں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت نظریات کا ٹکراؤ تھا۔ بدھ ازم بھی تھا ہندو ازم بھی تھا۔ عیسائیت تھی، زرتشت تھا، یہودیت کے اندر بہت سے مسالک پیدا ہو گئے تھے۔ نظریات کا ایک ہیجان بپا تھا۔ اطمینان کسی کو نصیب نہ تھا۔ ایک طالبِ حق بچارا تھک ہار کر بیٹھ جاتا تھا۔ اطمینان حاصل نہ ہوتا تھا۔ سلمان فارسیؓ کا واقعہ تو آپ حضرات کو خوب معلوم ہے۔ پہنچے یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں مگر اطمینان ملا تو آمنہ کے لالؐ کے ہاں سے ملا۔ حق ہے کہ اطمینان تعلق مع اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ (رعد۔ ع ۱۰)

عرض یہ کر رہا تھا کہ آج دنیا اضطراری طور پر اضطراب میں ہے۔ دنیا پیاسی ہے۔ اور پانی ہمارے پاس ہے۔ یا تو ہم پانی دبائے بیٹھے ہیں یا بے محل بہا رہے ہیں۔ حضرت مولانا احمد علیؒ کی زندگی کا حاصل یہ ہے کہ اس پانی کو بیچے مت ڈالو۔ خود بھی پیئو، دوسروں کو بھی پلاؤ۔ اور پھر جب پلانے لگو تو یہ دیکھو کہ اس کے پیاسے صرف اس احاطے میں نہیں ہیں، یہاں لاہور میں ہی نہیں ہیں، پیاسے لندن میں ہیں، جاپان میں ہیں، افریقہ میں ہیں۔ ان پیاسوں کو پانی پہنچانا ہمارا فرض ہے۔

مجھے مسرت ہوئی اور یہ میری سعادت ہے کہ ہمارے مولانا عبید اللہ انور صاحب نے شفقت فرمائی اور مجھے موقع عطا فرمایا کہ میں اتنے بزرگوں سے بات کر سکوں۔ مگر جو کچھ کہا وہ یہی ہے کہ اکابر نے جو کام کیا اُس کو بڑھانا ہمارا کام ہے۔ یہ فرما رہے ہیں کہ خدام الدین کی اشاعت ہوئی ہے اور اُس کے تراجم غیر ملکی زبانوں میں مخلص لوگ کرتے ہیں۔ اور دوسرے ملکوں میں پہنچتے ہیں۔ مگر کوئی باضابطہ نظام نہیں ہے۔ اور قادیانیوں کے ہاں صورت یہ ہے کہ مولانا حفظ الرحمانؒ صاحب حیات تھے، انہوں نے ایک منصوبہ بنایا کہ فلاں صاحب ترجمہ کرائیں گے اور فلاں چھپوائیں گے۔ چنانچہ ایک پمفلٹ ہم نے مرتب کیا۔ معلوم نہیں وہ کیسے قادیانیوں کے ہاں پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے ہمیں کہلوایا کہ آپ جو کچھ کام کر رہے ہیں درست ہے۔ مگر آپ کو ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے ۳۵ مشن کام کر رہے ہیں یہ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس پر بھی قادر نہیں کہ اسلام کی صحیح تعلیمات کو دوسری زبانوں میں منتقل کر کے غیر ملکوں میں پہنچا سکیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قدرت کسی اور قوم کو اٹھانا چاہتی ہو۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝ (س محمدؐ آیت ۳۸)

ہمارے اعمال کیا ہیں؟ کیا ہم مقابلہ کر سکتے ہیں غیر قوموں کا؟ حالاتِ حاضرہ میں ہماری طاقت نہیں ہے البتہ اللہ میاں کے لئے

(باقی [illegible])

بقیہ: اسلام کامل

سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سند عطا ہوئی۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝ (مائدہ ع ۱)

ترجمہ:۔ آج ہم نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا، اپنی نعمتوں کو تم پر پورا کیا، اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند فرمایا۔

گویا اب شریعت اسلامیہ کی تکمیل ہو گئی، کیونکہ اسلام نے انسان کے لئے ہر قسم کی تعلیم دی ہے۔ طرز تمدن، اخلاق، تہذیب باہمی میل جول سے لے کر میدان جنگ تک وہ تمام ہدایات دی گئی ہیں، ان ہدایات کی کتاب مکمل خدا پاک کا کلام قرآن مجید ہے، جس کا دعوےٰ ہے:۔

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ (سورۂ نحل ع ۱۲)

ترجمہ:۔ ہم نے تم پر ایسی کتاب اتاری ہے، جو ہر بات کو اچھی طرح بیان کرتی ہے، اور مسلموں کے لئے ہدایت رحمت اور خوشخبری سے لبریز ہے۔

اسی لئے خداوند کریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تمہارے دین کو کامل کر دیا، یعنی اس کے بعد کسی دوسری شریعت کی ضرورت نہیں رہی، اب کوئی اور رسول نہیں آئے گا، یعنی پیغمبر اسلام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تمام عالم کے لئے مبعوث فرمایا گیا۔ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔

سپاس نامہ

یہ سپاسنامہ افتتاح ایوان تبرکات شاہی مسجد کے موقع پر پڑھا گیا تھا۔ جس کی صدارت ناظم اعلیٰ اوقاف جناب محمد مسعود صاحب سی۔ ایس پی نے کی اور جس میں عمائدین شہر نے شرکت کی۔ اس سپاسنامہ میں کیونکہ شاہی مسجد میں رکھے ہوئے تبرکات کی تاریخ بیان ہوئی ہے لہٰذا اسے افادہ عام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے ——

جناب صدر و معزز حاضرین!

ایوان تبرکات جامع عالمگیری کی شایان شان تزئین و ترتیب جدید کے سلسلہ میں آج کی مجلس افتتاح میں آپ کی شمولیت نظامت جامع کے لئے باعث صد ہزار عزت و افتخار ہے اور بطور ناظم مسجد میں آپ کو خوش آمدید کہنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

معزز سامعین۔ اس ایوان میں تیس کے قریب قدیم و جدید عظیم المرتبت و عظیم المنظر تبرکات موجود ہیں۔ قدیم تبرکات میں حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے منسوب۔ دستار مبارک۔ موئے مبارک، عصائے مبارک۔ نعلین مبارک اور دیگر بیش بہا تبرکات۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منسوب دستار مبارک۔ تعویذ (جس کی ہر سطر کا مجموعہ یک صد ہوتا ہے خواہ آپ اسے کسی طرف سے پڑھیں اور اسی مناسبت سے اسے صد در صد کہتے ہیں) حضرت خاتون جنتؓ کا رومال ممدوح کی منقش جائے نماز۔ حضرات امام حسن و حسینؓ کی دستار ہائے مبارک کاتہ شدہ کپڑا۔ حضرت امام حسینؓ سے منسوب کلاہ مبارک۔ علم مبارک و غلاف مرقد شریف۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب جائے نماز۔ غلاف روضہ مقدس۔ اور حضرت اویس قرنی کے دندان مبارک۔ غلاف کعبۃ اللہ اور خاک کربلا شامل ہیں۔

جدید تبرک ستمبر ۱۹۶۵ء کے جہاد کی یادگار کلام پاک کا وہ عظیم نسخہ ہے جو ہمیں پاکستانی فوج کی طرف سے عطا کیا گیا ہے کلام ربانی کا یہ نادر نسخہ اور ایک دیگر نسخہ۔ پاکستانی فوج کے گولہ بارود کے ٹرک میں مجاہدین نے نہایت عزت سے رکھے ہوئے تھے کہ دشمنان دین کی گولہ باری سے ٹرک کو آگ لگ گئی اور ہر چیز جل کر خاکستر ہوگئی لیکن قربان جائیں اللہ پاک کی کہ بی کے کہ کلام پاک کے دونوں نسخہ جات معجز نما طریق پر آتش نمرود سے مکمل طور پر محفوظ رہے۔ یہ دونوں نسخہ جات دشمن فوج کے ایک سکھ افسر کے ہاتھ لگے جس نے باترجمہ نسخہ خود رکھ لیا۔ اور دوسرا نسخہ ہماری فوج کو یہ کہتے ہوئے واپس کر دیا کہ "یہ اللہ کی سچی کتاب ہے ہم اس کی بے حرمتی نہیں کریں گے"۔ قرآن حکیم کے اس اعجاز کی یاد رہتی دنیا تک بادشاہی مسجد کے ایوان تبرکات سے تازہ ہوتی رہے گی۔

قدیم تبرکات کے مصدقہ ہونے سے متعلق سب سے اول لارڈ لارنس کی درخواست پر فقیر نور الدین نے ۱۸۵۳ء شمسی میں ایک بیان بزبان فارسی تحریر کیا تھا جسے بعد میں فقیر جمال الدین نے جو فقیر عزیز الدین آنریری اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لاہور کے فرزند تھے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اس تحریر کے مطابق ان تبرکات مقدسہ میں سے بعض کو دمشق کے قاضی اور سیدوں نے ۲۴ جمادی الاول ۸۰۱ھ۔ مطابق ۱۴۰۰ شمسی کو اس روز امیر تیمور کو پیش کیا جب کہ اس نے شہر دمشق کو فتح کیا۔ اور بعد کو سلطان بایزید یلدرم کے مندوبین نے یکم ربیع الاول ۸۰۵ھ مطابق ۱۴۰۲ شمسی کو امیر مذکور کو پیش کیا۔ پھر یہ کافی عرصہ تک نسل تیموری کے پاس رہے۔ حتیٰ کہ انہیں بابر بادشاہ ہندوستان لے آئے۔ بعد میں یہ تبرکات ملکہ زمانی کے قبضہ میں آئے جو دہلی کی ناسازگار فضا کے باعث جموں چلی گئیں اور تبرکات بھی اپنے ہمراہ لے گئیں جموں میں مالی مشکلات کے باعث اور چیٹی کے محمد رضا۔ اور پیر محمد چھٹا کی ترغیب پر۔ ملکہ نے تبرکات ہر دو کے ہاتھ اسی ہزار روپیہ کے عوض فروخت کر دیئے۔ محمد رضا اور پیر محمد چھٹا نے تبرکات کو آپس میں تقسیم کر لیا۔

بعد میں پیر محمد اپنے حصہ کے تبرکات ۱۷۸۴ شمسی میں رسول نگر (ضلع گوجرانوالہ) لے گیا۔ جب رسول نگر کو سکھوں نے فتح کر لیا تو یہ تبرکات راجہ رنجیت سنگھ کے والد سردار مہا سنگھ کے قبضہ میں چلے گئے۔ بعد ازاں سکھ انہیں قلعہ لاہور کی خواب گاہ کلاں میں لے آئے۔ حتیٰ کہ ۱۸۴۶ شمسی میں جب انگریزوں نے قلعہ لاہور پر قبضہ کیا تو یہ تبرکات انکے ہاتھ لگے۔

بعد میں ۲۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ شمسی کو حکومت پنجاب نے انہیں انجمن اسلامیہ پنجاب کے حوالے کر دیا کچھ عرصہ بعد انہیں بادشاہی مسجد میں منتقل کر دیا گیا۔

بادشاہی مسجد میں انہیں الماریوں میں رکھا گیا اور مسجد کی تعمیر نو اور مرمت کے بعد انہیں مسجد کی ڈیوڑھی کی بالائی منزل میں شوکیسوں میں چن دیا گیا لیکن ماحول اور در و دیوار تبرکات کی عظمت کے قطعاً شایان شان نہ تھے۔ شوکیس بے ہنگم اور بے ڈول تھے۔ دیواروں اور شوکیسوں کے اندر معمولی چونے کا پانی پھرا ہوا تھا۔ روشنی کا انتظام ناقص تھا۔ فرش کے قالین بے ڈھنگ تھے اور ہر لحظہ بے ادبی کا خطرہ رہتا تھا الغرض یہ انمول جواہرات تقریباً کس مپرسی کی حالت میں تھے۔

یہ حالت ناقابل برداشت تھی اور ہمارے اس قیمتی ورثہ کی شایان شان تزئین اور ترتیب جدید اشد ضروری تھی۔ چنانچہ مسجد کی موجودہ نظامت نے ایوان تبرکات کو خوبصورت بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ شوکیسوں کو نئی شکل دی گئی۔ ان کی اندرونی دیواروں کو فارمیکا کے چمکدار تختوں سے مزین کیا گیا۔ تمام دیواروں کو مختلف دیدہ زیب رنگوں کے اینمل پلینٹ سے سجایا گیا۔ فرش پر سرخ قالین بچھائے گئے۔ کمروں کے وسط میں بلوری پردے ایستادہ کئے گئے تاکہ بے ادبی کا احتمال نہ رہے۔ خوبصورت قندیلیں بنوائیں اور درست کروا کے چھتوں سے آویزاں کی گئیں۔ سیڑھیوں کے ساتھ پیتل کے پائپ لگوائے گئے تاکہ ہاتھ لگنے سے دیواریں خراب نہ ہونے پائیں۔ گنبدوں کے اندر ایسی روشنیاں لگائی گئیں جو کہیں دیکھنے میں نہ آئی ہوں۔ مرکزی ایوان میں نیلے شیشوں کی پشت پر روشنی عجیب بہار دکھاتی ہے۔ غرض ایوان تبرکات کو اب بجا طور پر جنت نظیر بنا دیا گیا ہے لیکن مہمانان گرامی قدر۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

لہٰذا آپ سے درخواست ہے۔ کہ آپ بہ نفس نفیس، ایوان میں تشریف لے چلیں اور تبرکات کی تزئین نو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشیں۔

(احسان الحق منہاس) پی۔ سی۔ ایس ناظم بادشاہی مسجد۔ لاہور۔

بیادگار امام القراء حضرت مولینا قاری محمد عبدالمالک صاحبؒ

مرکزی دار الترتیل (رجسٹرڈ)

باغیچہ نواب صاحب لٹن روڈ۔ مزنگ لاہور

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسلمانان پاکستان سے یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ اس عظیم اسلامی مملکت کے وجود میں آنے کے بعد علوم دینیہ کی نشر و اشاعت کے لئے علماء و صلحاء امت نے اپنے تمام تر وسائل وقف کر دیئے۔ علم تجوید و قرأۃ کی ترویج و اشاعت کی غرض سے امام القراء حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے پاکستان تشریف لے آئے۔ ابتداً مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی نے دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار میں مدعو کیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دو سال وہاں قیام پذیر رہ کر شائقین کو سیراب کیا۔

بعد ازاں کارکنان دار العلوم الاسلامیہ پرانی انارکلی لاہور کی دعوت پر لاہور تشریف لے آئے اور چھ سال یہاں تجوید و قرأت کی نشر و اشاعت میں مسلسل مصروف رہ کر ملک و بیرون ملک کے شائقین تجوید و قرأت کو مستفیض فرمایا۔ نومبر ۵۸ء میں دار العلوم الاسلامیہ کی بعض انتظامی امور کی خرابیوں کی وجہ سے مستعفی ہو گئے۔ اور ایک علیحدہ مدرسہ کی بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے مسجد باغیچہ نواب صاحب لٹن روڈ مزنگ میں رکھی۔ حضرت کے بڑے صاحبزادہ قاری محمد شاکر النور جو دار العلوم الاسلامیہ کی الہ یار سندھ، دار العلوم الاسلامیہ لاہور میں بھی آپ کے معاون مدرس تجوید رہے۔ یہاں اس مدرسہ میں بھی روز اول سے تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ۲۹ دسمبر ۵۹ء کی شب میں حضرت امام القراء نے داعی اجل کو لبیک کہا اور خدا سے جا ملے۔ انا للہ الخ۔

حضرت کی وفات کے بعد حضرت کے صاحبزادہ خورد قاری محمد ذاکر صاحب کی خدمات بھی مدرسہ کے لئے حاصل کر لی گئیں اور یہ یادگار پوری آب و تاب کے ساتھ آج تک برقرار ہے۔ اور خوشی کا مقام یہ کہ معیار تعلیم بھی الحمد للہ وہی ہے جو حضرت مرحوم کے زمانہ میں تھا۔ شعبہ حفظ و ناظرہ و شعبہ تجوید و قرأت سبعہ و عشرہ تک مکمل تعلیم ہو رہی ہے۔ ۳ اساتذہ اس وقت مدرسہ میں کام کر رہے ہیں۔ مگر ابھی تک کارکنان مدرسہ نے رسمی تشہیر و نشر و اشاعت سے بعض وجوہ کی بنا پر گریز کیا اور کوئی سفیر وغیرہ مقرر نہ کیا۔ جس کی وجہ سے مدرسہ کی مالی حالت کمزور ہو گئی۔ بیرونی طلباء کے قیام و طعام کے لئے زیادہ گنجائش نہ ہونے کی بنا پر ہر سال طلباء کی کثیر تعداد اس فیض سے محروم رہ جاتی ہے۔ اہل خیر حضرات سے گذارش ہے کہ اس سرچشمہ فیض کو جاری رکھنے کے لئے دست تعاون بڑھائیں اور عطیات و زکوٰۃ و چرم ہائے قربانی وغیرہ سے مدرسہ کی مالی حیثیت کو مستحکم بنائیں۔ والسلام کارکنان مدرسہ۔

نوٹ: ادارہ ہذا حکومت پاکستان وزارت مالیات ریونیو ڈویژن کے نوٹیفکیشن کی رو سے انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہے

ترسیل زر کا پتہ:۔ بنام مہتمم مدرسہ مرکزی دار الترتیل مسجد باغیچہ نواب صاحب لٹن روڈ مزنگ لاہور۔

مشکل نہیں ہے ۔ پہلے بھی فلسطین پر قبضہ ہو گیا تھا ۔ مسلمانوں نے مقابلہ کیا اور چھڑا لیا ۔ اب پھر مشکل پیدا ہو گئی ہے ۔ خطرات عظیم ہیں مگر ہمارا کام کیا ہے ۔؟ ہمارا کام ہے تبلیغ دین و دعوت الی الحق ۔ ہماری مثال شکاری کی سی ہے ۔ شکاری بیٹھتا ہے دریا کے کنارے پر وہ مچھلی کو نہیں دیکھتا ۔ وہ تو پھینکتا رہتا ہے جال ۔ جو بھی شکار پھنس جائے ہمارا نام ہے شہداء علی النّاس ۔ اور ہمارا کام ہر دم تبلیغ کرنا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام حضرات کو توفیق عطا فرمائے کہ پیاسی دنیا تک قرآن و حدیث کا پیغام پہنچا کر اُن کی پیاس بجھائیں ۔

اعلان

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بتاریخ ۱۲ر شوال بروز اتوار جامع مسجد محلہ گڑھا چنیوٹ کے بالائی حجرہ سے ہمارے مبلغین کا سامان چوری ہو گیا ہے جس میں دو عدد رسید بکس نمبر ۲۰۴، ۲۰۶ بھی گم ہو گئی ہیں ۔ لہٰذا احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ ہوشیار رہیں تاکہ چور صاحب اپنے تئیں جماعت کا مبلغ یا کارکن ظاہر کر کے حصول چندہ کی ناپاک سعی نہ کریں ۔ اگر ایسا کرتا ہوا کوئی آدمی مل جائے تو اسے زیرِ حراست رکھ کر دفتر مرکزی ملتان میں فوری طور پر اطلاع دے دی جائے ۔ (محمد عبداللہ لودہ یانوی دفتر مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان) ۔

اعلانِ داخلہ

(ردِ مرزائیت)

ملتان دفتر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت میں ردِ مرزائیت کا کورس پڑھانے کی کلاسیں وقتاً فوقتاً شروع کی جاتی ہیں ۔ چنانچہ اس مرتبہ ردِ مرزائیت پڑھانے کا کورس یکم ذیقعد ۸۷ھ سے شروع ہو رہا ہے ۔ اس کورس میں داخلہ کے خواہشمند فارغ التحصیل علماء کرام یکم ذیقعد ۸۷ھ تک دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پہنچ جائیں ۔ دفتر ختم نبوت ملتان گھنٹہ گھر سے کوٹلہ تولے خان جانے والی سڑک پر ہے ۔ (مولانا) محمد علی جالندھری صدر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ۔

جامع مسجد کی تعمیر و توسیع کے لئے اپیل ۔

جامع مسجد مدرسہ تعلیم الابرار رجسٹرڈ عیدگاہ روڈ ملتان کی تعمیر و توسیع اور اس سے ملحقہ ایک وسیع پختہ درس گاہ کی تعمیر کا کام شروع ہے ۔ اس منصوبہ پر ایک تخمینہ کے مطابق تیس ہزار روپیہ خرچ ہوں گے ۔ مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ مسجد کی تعمیر و توسیع کے لئے امداد فرمائیں اور اس صدقہ جاریہ میں حصہ لے کر اپنے لئے زادِ راہ اور ذخیرۂ آخرت بنائیں ۔

ابوالحسن قاسمی مہتمم مدرسہ تعلیم الابرار رجسٹرڈ عیدگاہ روڈ ملتان

اعترافِ خطاء

معزز اخبار "ایشیا" لاہور میں شائع شدہ محترم طاہر نعیم صاحب کی چند سطور پڑھ کر میں نے "ترجمان القرآن" کا منصبِ رسالت نمبر بغور دیکھا تو مجھے اپنی خطا کا علم ہوا ۔

میں اعلان کرتا ہوں کہ "عادلانہ دفاع" جلد ثانی کے صفحہ ۲۹۱ پر "ترجمان القرآن" منصب رسالت نمبر صفحہ ۲۸۵ سے جو اقتباس نقل کیا گیا ہے ۔ وہ مودودی صاحب کا نہیں ہے ۔ اسے وہ مودودی صاحب سے منسوب کرنا مجھ سے بھول چوک ہو گئی جس کا مجھے بے حد افسوس ہے ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۔ کتاب کے نہ صرف دوسرے ایڈیشن میں اس غلطی کی اصلاح کر دی جائے گی بلکہ موجودہ نسخوں میں بھی اصلاح کی جا رہی ہے ۔ جن دوستوں کے پاس کتاب پہنچ چکی ہے وہ صفحہ ۲۹۱ کو قلمزن فرما دیں ۔

(سید نور الحسن بخاری ، قدیر آباد ۔ ملتان شہر)

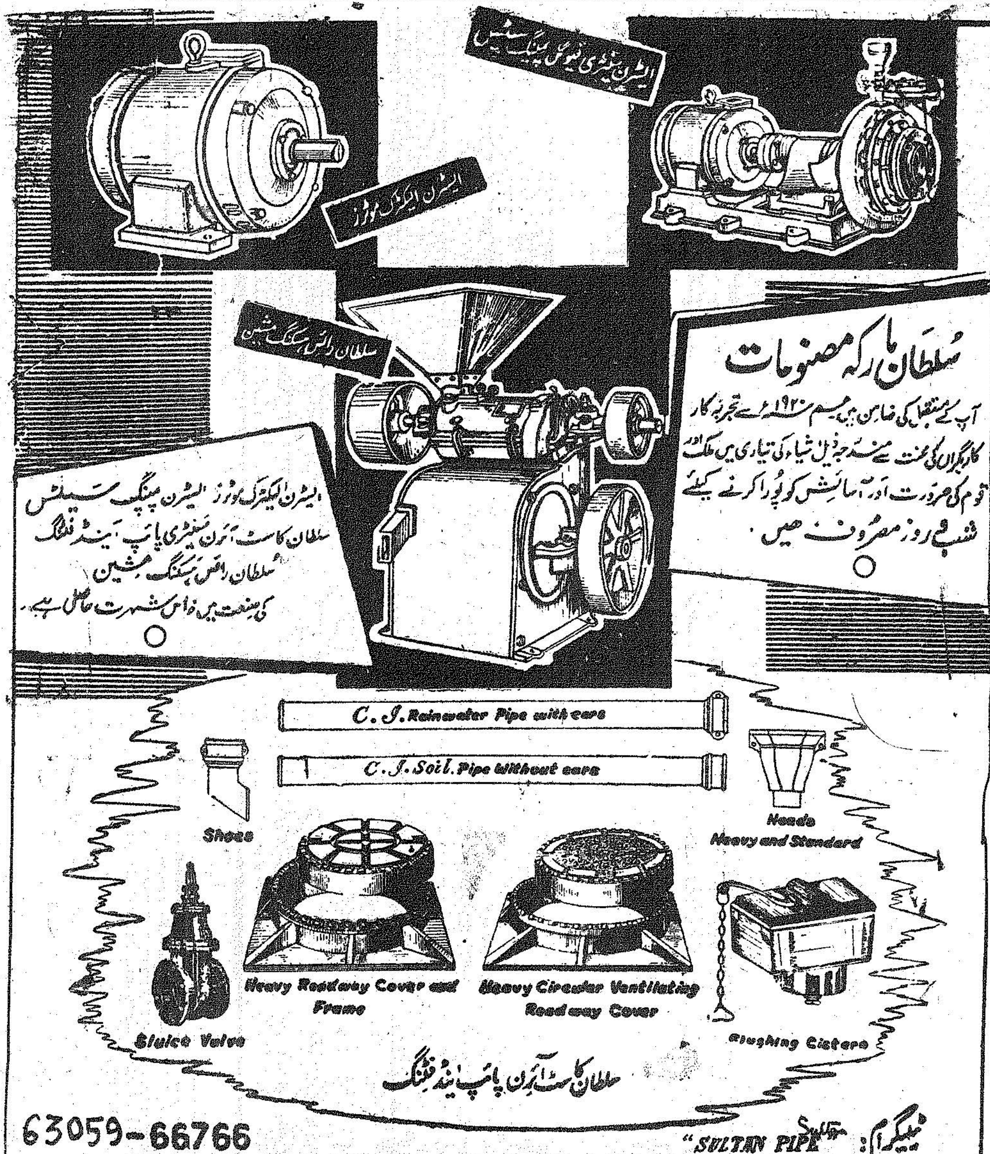
نتائج امتحان وفاق المدارس عربیہ ۔ کاپیاں پریس جا رہی تھیں کہ وفاق المدارس عربیہ کے نتائج موصول ہوئے اب انشاء اللہ ۹ر فروری کے خدام الدین میں نتائج شائع ہوں گے ۔ احباب مطلع رہیں ۔ (ادارہ)

مدرسہ عربیہ خیر المدارس

مدرسہ عربیہ خیر المدارس کا سینتیسواں سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۲، ۲۳، ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۲، ۲۳، ۲۴ر مارچ ۱۹۶۸ء بروز جمعہ ، ہفتہ ، اتوار منعقد ہو گا ۔ اس میں حسب دستور ملک و ملت کے ممتاز علمائے کرام ، مشائخ عظام ، اصلاحی ، اخلاقی مضامین عالیہ بیان فرمائیں گے ۔ شائقین حضرات اور احباب کرام تاریخ نوٹ فرما لیں ۔ ناظم (عبد الغفور انوری)

دعائے صحت

ناظم جمعیۃ علماء اسلام دھرم پورہ محترم محمد ابراہیم صاحب کے والد بزرگوار کافی دنوں سے بیمار ہیں ۔ اُن کے پیٹ کا اپریشن بھی ہو چکا ہے ۔ قارئین کرام اور برادرانِ اسلام سے گذارش ہے کہ وہ مریض کے لئے صدقِ دل سے دعائے صحت فرمائیں ۔



بچوں کا صفحہ

جامعہ مدنیہ میں حضرت انور مدظلہم کی تشریف آوری

محمد نعیم ، لاہور

عزیز دوستو! لاہور شہر میں جامعہ مدنیہ ایک بہت بڑا دینی مدرسہ ہے۔ اس میں شہر کے اور باہر کے سینکڑوں طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔ اس کے مہتمم حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب ہیں۔ جو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ ہیں۔ انہیں طالب علموں سے بہت محبت ہے۔ مولانا مدنیؒ کی طرح یہ بھی طلبہ پر بہت شفقت فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ طالب علموں نے ان کے سامنے یہ خواہش ظاہر کی کہ جامعہ کا سالانہ جلسہ ہونا چاہئے۔ اگرچہ حالات اجازت نہیں دیتے تھے مگر شفیق و مہربان مہتمم نے طلبہ کی خواہشات کا لحاظ رکھتے ہوئے جلسہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

اس سلسلہ میں ایک آدمی کو حضرت شیخ التفسیرؒ کے پیارے صاحب زادے حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب کی خدمت اقدس میں بھیجا تاکہ ان سے جلسہ کے متعلق گفتگو کرے۔ وہ بہت جلدی شیرانوالہ گیا۔ جمعہ کا مبارک دن تھا۔ حضرت انور مدظلہم مسجد میں نکاح پڑھا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ بہت سے عقیدت مند اور مریدین ان کو گھیرے ہیں لئے ہوئے تھے وہ بھی قریب جا کر بیٹھ گیا۔ حضرت صاحب کسی کے لئے دعا کر رہے تھے، کسی کو ذکر کا طریقہ بتا رہے تھے اور کسی کو پیار و محبت سے گناہوں سے بچنے کی تاکید فرما رہے تھے۔ وہ آدمی بہت دیر تک حضرت مدظلہ کی میٹھی گفتگو سنتا رہا۔ وہ جی ہی جی میں کہہ رہا تھا کہ "کاش! اس مبارک مجلس میں ہمیشہ بیٹھنا نصیب ہوتا"۔ اتنے میں حضرت صاحب کی نظر اس پر پڑی۔ دیکھ کر تبسم فرمایا اور نہایت مشفقانہ انداز میں فرمانے لگے "مولانا! کیسے تشریف لائے ہیں؟" عرض کیا حضرت جی! جامعہ مدنیہ کا سالانہ جلسہ کرنا چاہتے ہیں جس میں آنجناب نے شرکت فرمانی ہوگی۔ حضرت نے جواب میں فرمایا۔ "انشاء اللہ! جامعہ کے سالانہ جلسہ پر ضرور حاضر ہوں گا"—— وہ یہ سن کر بہت مسرور ہوا۔ اور اجازت لے کر مدرسہ پہنچا۔ یہاں اپنے ساتھیوں اور اساتذہ کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضرت نے دعوت منظور فرما لی۔ انشاءاللہ ضرور تشریف لائیں گے۔ اس کے ساتھی اور استاد بہت خوش ہوتے اور حضرت کی خوش اخلاقی اور حسین سیرت کی تعریف کرنے لگے۔

آخر ایک دن وہ آیا کہ حضرت جامعہ مدنیہ تشریف لے گئے۔ ایک ایک طالب علم سے گلے ملے خیریت دریافت فرمائی اور پھر دفتر میں جلسہ شروع ہونے سے قبل جامعہ مدنیہ کے مہتمم حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب اور حضرت صاحب نے جامعہ کے متعلق کچھ صلاح ومشورے کئے۔ عشاء کی نماز کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ جونہی حضرت کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوئے۔ قاری عبدالرحمٰن چکوالی نے مولوی حبیب الرحمٰن اشرف کی بنائی ہوئی نظم نہایت خوبصورت آواز میں پڑھنی شروع کی۔ اگرچہ حضرت کو نظم کا پڑھنا پسند نہ تھا مگر طلبہ کے اصرار پر پڑھی گئی—— وہ نظم یہ ہے:-

مبارک جانشین حضرت احمد علی آئے
وہ عابد وہ مبلغ ہاں وہ فرزند ولی آئے
وہ میر انجمن وہ خادم قرآن آئے ہیں
مبارک ہو غلام خواجہ کیہان آئے ہیں
وہ آئے ہیں عبیداللہ جن کا نام نامی ہے
جنہیں شاہی سے بھی محبوب احمدؐ کی غلامی ہے
وہ جن کا مشغلہ ہے رات دن ذکر خدا کرنا
ہدایت سب کو سیدھی راہ کی صبح ومسا کرنا
تعارف کی نہیں محتاج اشرف! ذات انور کی
کہ پوشیدہ نہیں ہم سے بھی عالی ذات انور کی
ادا کرتے ہیں ہم قلب سے ہیں شکریہ ان کا
دعا یہ ہے کہ بڑھتا جائے قرب و مرتبہ ان کا
ہمیں انور سے اس مجلس میں اک درخواست کرنی ہے
بہت تکریم سے تعظیم سے یہ بات کرنی ہے
ہمیں ہر ماہ میں بخشیں شرف وہ میزبانی کا
خدا دے گا انہیں اجر کثیر اس مہربانی کا
جگر بند ولی مہرباں یہ مان جائیں گے
ہمیں امید ہے وہ ماہ بہ ماہ تشریف لائیں گے

کیلنڈر برائے سنہ ۱۹۶۸ء

جنوری اپریل جولائی	اکتوبر	مئی	اگست فروری	نومبر مارچ	جون	دسمبر ستمبر	مہینوں کی تاریخ				
پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰
بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۳۱
جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	۴	۱۱	۱۸	۲۵	٠
جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	۵	۱۲	۱۹	۲۶	٠
ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	۶	۱۳	۲۰	۲۷	٠
اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	۷	۱۴	۲۱	۲۸	٠

تاریخ یا دن معلوم کرنے کا طریقہ

جس ماہ کی اور جس روز کی بھی تاریخ آپ کو مطلوب ہو۔ اسی ماہ کے خانہ میں اسی یوم پر انگلی رکھ کر سامنے کی جانب نظر دوڑائیے کا بس مطلوبہ تاریخ معلوم ہو جائے گی۔ اور اسی طرح کسی تاریخ کا دن معلوم کرنا ہو تو اس تاریخ پر انگشت رکھ کر اپنے معین ماہ کے خانہ میں اس تاریخ کے سامنے توجہ فرمائیے گا۔ یوم معلوم ہو جائیگا۔ مثلاً آپ یوم وفات معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کس دن ہوگا چنانچہ ۲ تاریخ پر انگشت رکھ کر ستمبر کے خانہ میں دیکھئے گا تو معلوم ہو جائیگا کہ یوم وفات بروز جمعۃ المبارک ہوگا

(از محمد ایوب سالک ، چنیوٹ)

ٹیلیفون ۶۷۵۲۵
۲ فروری ۱۹۶۷ء

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۸۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۶۷۶۸-۲-DD۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۳۳/۴۶-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

انوارِ ولایت و مقاماتِ ولایت

سیّد الاولیاء حضرت شیخ التفسیر نوّر اللہ مرقدہٗ کی مبارک زندگی کے مکمل حالات از ولادتِ سعید یا وفات حسرت آیات کا مطالعہ اگر مقصود ہو تو انوارِ ولایت پڑھئے اور اگر آپ کے علمی و عملی کمالات مجاہدانہ کردار، ہادیانہ روش اور عارفانہ کشف کرامات کو کتاب و سنت کے ظہور قدسی میں دیکھنا ہو تو مقاماتِ ولایت آج ہی خرید لیجئے۔ ہر دو کتب حضرت مولانا قاری عبید اللہ انور مدظلہ العالی جانشین شیخ التفسیر کی مصدقہ ہیں۔

انوارِ ولایت بلا جلد	۳/۵۰	مقاماتِ ولایت مجلد	۷/-
مقاماتِ ولایت ، ،	۶/-	ہر دو کتب کا مجلد سٹ	۱۰/-

محصول ڈاک: بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ: دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر ... دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔